علامہ سید سلیمان ندوی کی قرآنی غلطیاں

جو انہوں نے اپنی تصانیف سیرۃ النبی، ارض القرآن وغیرہ میں قرآنی آیات سمجھنے میں
کی ہیں اور جو پڑھنے والوں کے اسلامی عقائد پر مضر اثر ڈالتی ہیں۔ اس رسالہ میں
پیش کی گئی ہیں

جس میں مقتدر علماء واکابر کی رائیں بھی شامل ہیں

از

مولانا امداد صابری

معذرت

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

صابری صاحب سید سلیمان ندوی کی اغلاط کا ایک مجموعہ تیار فرما رہے تھے جسکا نام انہوں نے تبصرہ پسند فرمایا ہے۔ تبصرہ مرتب ہو کر اب تک شائع ہو بھی جاتا مگر مولانا کی مسلسل علالت اس کار خیر کی تکمیل کی مانع رہی۔ آج دو ماہ گذر چکے ہیں مولانا "صاحب فراش" ہیں اور "دماغی کام" سے معذور و مجبور۔

میری ہمت قطعاً جواب دے چکی تھی اور میرے شانے یقیناً اس بار عظیم کے متحمل نہیں مگر جماعت کے پیہم اصرار، اور احباب کے متواتر تقاضوں نے مجبور کیا کہ جو حصہ مولانا مرتب فرما چکے ہیں۔ اسی کو (بشکل ضمیمہ) مقصد کی تکمیل کیلئے طبع کرا دوں۔

مقصد کیا ہے؟ جماعت کیوں مصر ہے؟ قرآن عظیم کا معاملہ ہے۔ اور ایک مشہور قلم کی ارادی غلطیاں ہیں۔ مشہور مصنف کی غلطیاں اسی قدر مشتہر اور اثر انداز ہوتی ہیں جسقدر کہ اسکی شہرت و اعتماد زمانہ قبول کرتا ہے اور اسلاف کے ضمرہ میں گھسنے کی کوشش ہوتی ہے اسلئے ضرورت محسوس ہوئی کہ عوام و خواص کی آگاہی کیلئے ایک مختصر سا رسالہ ہی تیار ہو جائے۔ قیمت کا سوال ہو مفت ہی تقسیم کرایا جائے۔

ہمکو افسوس ہوتا ہے کہ مذہب کے نام پر زندگی گذارنیوالے مذہب کیساتھ ایسی عداوت پر کیوں تل جاتے ہیں مولانا امداد صابری صاحب سائل ہیں اغلاط شائع ہونے سے قبل سید صاحب کی خدمت میں قسط اول کی غلطیاں بھیجتے ہیں استدعا کیجاتی ہے کہ "میں ایک طالب علم ہوں ان آیات کے تراجم و نتائج کے استنباط میں کچھ شبہ ہوتا ہے کہ غلط ہیں۔ اگر یہ غلطیاں یقینی ہیں تو آئندہ ایڈیشن میں اصلاح و تصحیح فرما دیجئے اور اگر یہ غلطیاں نہیں ہیں اور میرے فہم کا قصور ہے تو سمجھا دیا جائے" اس مضمون کا ایک خط نہیں پورے نصف درجن خطوط بھیجے گئے جو کہ کل کے کل جوابی تھے جواب کیوں آتا؟ اور کیوں نہیں دیا گیا اسکا جواب ہم نہیں دیتے۔ جسکی "کتاب" ہے وہ جانے۔ وہ خود کسی "روز" معلوم کرلیگا۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ مولانا امداد صابری صاحب کو صحت کلی عطا فرمائے اور تبصرہ جلد "کتابی صورت" میں جلوہ افروز ہو۔ آمین

حافظ منظر الدین صدیقی بی۔ اے۔

ناظم جماعت خدام القرآن چوڑی والان دہلی

مولٰنا سید سلیمان ندوی کی قرآنی غلطیوں پر

علما و مشاہیر کی آرا

"علما نے ذیل کی آرا عبارات معترضہ کے سیاق و سباق کو سید صاحب کی اصل تصانیف میں دیکھکر لکھی ہیں"

حجۃ العصر حکیم الامۃ حضرت العلامہ مولٰنا اشرف علی صاحب مدظلہ

قرآنی غلطیوں کا مضمون عروس خیال میں پڑھا، کئی طرح سے دل خوش ہوا اول اغلاط کی اصلاح کی ثانیاً نہایت متانت سے اصلاح کی ثالثاً آپ میرے دوست کے فرزند نکلے اس مسرت میں آپکو دعا دیتا ہوں اللہ تعالیٰ آپکو دین کا سچا خادم بنالے۔ آپکی خدمتیں قبول فرمادے۔

سحبان الہند حضرت مولٰنا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلما ہند دھلی

سیرت النبی پر میں نے آپکی مرسلہ تنقید کا حصہ پڑھا مجھے مسرت ہی کہ آپنے نہایت حزم و احتیاط کیساتھ اس مسئلہ پر قلم اٹھایا ہی ہر مصنف سی تسامح کا امکان ہی اور جس طرح سامحت یقینی ہی اسی طرح اسکا یہ بھی لازمی نتیجہ ہی کہ کوئی خدا کا بندہ اسپر تنقید کرے اور اصل مصنف کو اسکی سامحت سی آگاہ کردے خدا کا شکر ہی کہ یہ سعادت آپکی قسمت میں تھی سب سے زیادہ خوشی مجھے اس امر پر ہی کہ آپنے جو کچھ لکھا ہی وہ نہایت متانت اور سنجیدگی کے ساتھ لکھا ہی۔ اور مجھے امید ہی کہ سید صاحب آیندہ ایڈیشن میں ان غلطیوں کی اصلاح فرماوینگے جو سوء اتفاق سے اس اشاعت میں شائع ہوگئی ہیں۔

حضرت العلامہ مولٰنا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری پروفیسر جامعہ ملیہ قرولباغ دہلی

میں نے آپکے مضامین دیکھے آپنے سید سلیمان صاحب کی تصانیف میں جو جو قرآنی غلطیاں نکالکر پیش کی ہیں وہ بالکل درست ہیں۔ سید صاحب موصوف کی متعدد کتابیں میری نظر سے بھی گذری ہیں میں نے دیکھا ہے کہ قرآنی آیات کی تشریح میں وہ غلطیاں کرجاتے ہیں انکی سیرۃ کی جلد سوم و چہارم پر تنقید کرتے وقت میں نے ان میں سے قرآنی آیات کی تفسیر میں متعدد غلطیاں نکالکر پیش کی تھیں۔ آپ محنت کرکے اگر سید صاحب موصوف کی تصانیف میں سے اس قسم کی غلطیوں کو جمع کردینگے تو نہ صرف امت کے نزدیک آپکی یہ سعی مشکور ہوگی بلکہ عند اللہ بھی ماجور ہونگے +

حضرت العلامہ مولنا اصغر حسین صاحب مدظلہ، شیخ الحدیث، مدرسہ دیوبند

مضمون پہنچا آپنے جو کچھ تنقید و تصحیح فرمائی ہو وہ بجا اور درست ہو اور ہم جیسے گمنام لوگونکو حتی الوسع اس قسم کی غلطیوں کا اظہار اور ازالہ ضروری اور لازم ہو خواہ ہماری آواز سنی جائے یا نہ سنی جائے آپنے بہت محنت سے کام لیکر ثواب عظیم حاصل فرمایا جزاکم اللہ تعالیٰ۔

شمس العلماء مولنا عبد الرحمن صاحب پروفیسر مشن کالج دہلی

مضمون کے متعلق میری وہی رائے ہو جو میں آپسے زبانی کہہ چکا ہوں کہ آپنے جو کچھ لکھا ہو میرے نزدیک وہ صحیح اور مولنا سے اس میں تسامح ہوگیا ہو۔ مگر طبع عالی از کاہلی راضی نہ شد۔

حضرت مولنا مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء ہند دہلی

رسالہ عروس خیال کے پرچے میں جناب عزیز محترم مولوی امداد صابری کا ایک مضمون شائع ہوا ہو جو علامہ سید سلیمان صاحب ندوی کے بعض مضامین کی تنقید کی حیثیت رکھتا ہو عزیز موصوف نے مجھ سے اسپر اظہار رائے کی استدعا کی اسلئے یہ چند سطریں ضبط تحریر میں لائی گئیں صابری صاحب نے اس مقالے میں سید صاحب کے چار مضمونوں پر تنقید کی ہو۔ پہلا مضمون سید صاحب کے خطبات مدراس میں سے دوسرے خطبے کا اقتباس ہو۔ اس خطبے میں سید صاحب کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ ہی ایک عالمگیر اور دائمی نمونہ عمل ہو اسکے ثبوت میں انہوں نے یہ واضح کرنا چاہا ہو کہ انبیاء سابقین کی تبلیغ و تذکیر میں مختلف شانیں تھیں بعض تبشیر میں ممتاز طور پر نمایاں تھے تو بعض کا طرز مخصوص انداز تھا۔ کسی میں دعوت کا جذبہ علی الوجہ الاتم کارفرما تھا تو کسی میں شاہدیت کا جلوہ نمایاں تھا اور بعض اوصاف و کمالات بعض بعض حضرات کے ساتھ مخصوص بھی تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مستجمع کمالات میں رب العزت جل شانہ نے وہ تمام کمالات ودیعت فرما دیئے تھے جو اور حضرات کو فرداً فرداً عطا ہوئے تھے اور حضور تمام کمالات میں اعلیٰ درجہ پر فائز تھے اور تمام اوصاف عالیہ کا ظہور ذات اقدس سے انتہائی درجہ کمال پر ہوتا تھا کہ آپ کی ذات اقدس میں بعض کمالات کے غالب اور بعض کے مغلوب ہونیکا تفاوت نہیں تھا۔ آپکی تبشیر بھی اعلیٰ مرتبہ کی انذار بھی انتہائی درجہ کا دعوت الی الحق بھی معراج کمال پر اور شاہدیت بھی ذروہ قصوے پر تھی۔

سید صاحب کا یہ مقصد صحیح اور درست ہے مگر صابری صاحب نے جو عبارت نقل کی ہے اس کی تعبیر اور طرز ادا سے ضرور یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید سید صاحب صفات انبیا کو فی حد ذاتہا تقسیم فرما رہے ہیں کہ بعض انبیا کو صرف شاہد، بعض کو صرف مبشر، اور بعض کو صرف نذیر، اور بعض کو صرف داعی قرار دے رہے ہیں اور یہ تقسیم نہ روایۃً صحیح ہے نہ درایۃً مگر سید صاحب کی دوسری عبارتوں سے جنمیں سے ایک حوالہ خود صابری صاحب نے بھی سیرۃ النبی جلد چہارم صفحہ، ہم اسے نقل کیا ہے سید صاحب کا مقصد واضح ہو جاتا ہے پس اس تنقید کا ماحصل اسقدر صحیح ہے کہ خطبۂ ثانیہ کے اس حصہ میں سید صاحب کے مقصد کو واضح کرنے کے لئے "موجودہ عبارت کافی نہیں ہے" یہی نہیں بلکہ "ایک طرح کا اشتباہ پیدا کرنیوالی ہی۔

دوسری تنقید لفظ "قط" کے ترجمے اور مطلب کے متعلق ہے لفظ 'قط' کا ترجمہ سید صاحب نے "چھٹی" فرمایا ہے صابری صاحب نے اسپر شبہ کیا ہے کہ قط کا ترجمہ چھٹی نہیں ہے بلکہ اسکا ترجمہ۔ اعمالنامہ یا حصہ ہے۔ میں نے بھی جہاں تک غور کیا قط کے معنی چھٹی کے معلوم نہ ہو سکے۔ اسلئے جو نتیجہ کہ اس سے اخذ کیا گیا ہے کہ یہ درخواست وقفہ برزخ کو ثابت کرتی ہے یہ بھی درست نہیں معلوم ہوتا۔

تیسری تنقید "وما انزلنا علی قومہ من بعدہ من جند من السماء" کے ترجمے اور مفہوم کے بیان کے متعلق ہے سید صاحب نے آیت کا مفہوم یہ بیان فرمایا ہے کہ ہمنے اس کی قوم پر اسکا پیغام دیکر آسمان سے کوئی فوج نہیں اتاری یہ مفہوم آیت کا کم از کم میری سمجھ میں نہیں آیا۔ صابری صاحب نے تفاسیر متعددہ سے آیت کے مفہوم کی تعیین کیلئے عبارتین نقل کی ہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ آیت کا سیاق ہی اسکے لئے کافی ہے۔ کہ فوج کا نہ اتارنا کس لئے تھا آیا اسلئے کہ قوم کو ہلاک کرنے کے لئے فوج کی ضرورت نہ تھی یا اسلئے کہ پیغام پہنچانے کے لئے فوج کی ضرورت نہ تھی پھر یہ سوال کہ پیغام بغیر فوج اتارے بھی پہنچ سکتا تھا۔ اور یہ کہ پیغام فوج کے ذریعہ سے اتارنا معروف نہیں بجائے خود باقی ہیں۔

چوتھی تنقید "ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحًا" کے متعلق ہے کہ یہ درخواست قیامت کے دن ہو گی یا قیامت سے پہلے سید صاحب کی عبارت منقولہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسکو وفات کے بعد اور حیات ثانیہ سے پہلے زمانے پر محمول فرماتے ہیں کیونکہ انہوں نے فرمایا ہے "جنکو دیکھکر اور سنکر مردہ کو یقین آجاتا ہے۔

لفظ "مردہ" اسی لئے استعمال کیا ہے کہ حیات ثانیہ سے قبل کا واقعہ قرار دیا گیا ہے مگر آیت کے سیاق میں اس کی کوئی دلیل نہیں کہ یہ معاملہ نشأۃ ثانیہ سے پہلے ہو گا بلکہ آیت کا سیاق وسباق بتاتا ہے کہ یہ معاملہ روز حشر کا ہے اور اسی پر مفسرین نے محمول کیا ہے۔

صابری صاحب نے تہذیب و متانت کے دائرہ میں یہ تنقید لکھی اس سے مجھے مسرت ہوئی امید ہے کہ حضرت سید صاحب بھی ان مواقع پر نظر ثانی فرمائیں گے۔ تو حقیقت حال ان سے مخفی نہ رہیگی

مولنا مولوی محمد قطب الدین عبدالوالی صاحب فرنگی محل لکھنؤ

مضمون فقیر نے دیکھا بادی النظر میں صحیح معلوم ہوا مجھکو علالت اور بعض افکار لاحقہ کی وجہ سے غور کا موقعہ نہیں حاصل ہوا۔ دعا کرتا ہوں کہ آپ کی سعی مشکور ہو اور مزید کسی فتنہ کا باعث نہ بنائی جائے

علامتہ العصر حضرت مولنا الحاج قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

احقر اپنے محترم مولنا امداد صاحب صابری کے پر مغز مضمون سے جو مولانا سید سلیمان ندوی صاحب کے بعض ترتیب دادہ حصہ سیرۃ النبی کے لواور کی اصلاح کے لئے لکھا گیا ہے مستفید ہوا دسعت معلومات تجر اور عالمانہ شان تحریر رکھنے کے ساتھ ساتھ جو چیز سب سے زیادہ جاذب نظر اور خراج تحسین وصول کرنیوالی ہے وہ گرفت کے مواقع کو صحیح طور پر منتخب کر کے ان پر جچی تلی تنقید کرنا ہے جو فی الحقیقت مضمون کا موضوع ہے۔ گویا یہ تحریر اپنی موضوع میں ایک نہایت ہی کامیاب تحریر ہے اس سے بھی زیادہ مسرت اس سے ہوئی ہے کہ سلاست و متانت تحریر کو کسی سطر میں بھی نہ چھوڑتے ہوئے اس شخصیت کی نسبتہ جس کے کلام پر تنقید کرنیکے لئے یہ مضمون لکھا گیا ہے کوئی ادنیٰ توہین و تحقیر جائز نہیں رکھی گئی ہے جس سے صاحب مضمون کی اہلیتہ رواداری اور انصاف پسندی کا ثبوت ملتا ہے مجھے امید ہے کہ عام ارباب علم کے علاوہ خود مولانا سید سلیمان صاحب ندوی اس تحریر کی قدر فرماتے ہوئے پیش کردہ امور کے مستفید ہونے میں تقاعد نہ فرماوینگے۔ واللہ الموفق

مجاہد اعظم حضرت مولنا مفتی محمد عظمت اللہ صاحب نائب ناظم جمعیۃ العلما صوبہ دہلی

مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کی کتابوں کے دیکھنے کا موقع نہ ملا تھا لیکن مولنا کے بحر علمی کے متعلق بعض جگہ گفتگو میں حصہ لینے کا موقع ملا جو حسن ظن کی بنا پر حمایت سے خالی نہ تھا ہنوز اسی خیال میں تھا کہ مولانا امداد صاحب صابری نے سید صاحب کی وہ تمام غلطیاں نکالکر دکھلائیں جو ابتک انکی تحریروں میں شائع ہو چکی ہیں جنکو دیکھکر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ اتنا بڑا ذمہ دار اور معروف آدمی جو مسلمانوں میں علمی اعتبار سے راست گو اور دیانتدار مشہور ہو اس سے اس طرح صریح تحریف کا

ارتکاب ہو۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ مولانا نے قرآن مجید کی آیات کے متعلق جو معنوی تحریف کی ہے اور صحیح واقعات کو مسخ کیا ہے اس نے انکے نصب العین اور دیرینہ مقصد کو بے نقاب کر دیا ہے۔

ہم اس معاملہ میں مولانا امداد صاحب صابری کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے سید صاحب کی تحریروں کو بغور دیکھکر قرآن کی ان تمام آیات کو یکجا کر دیا ہے جنمیں سید صاحب نے صریح غلط بیانی سے کام لیا ہے اور تمام مفسرین کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔ مولانا امداد صاحب صابری نے جس سنجیدگی و متانت کے ساتھ سید صاحب کے اغلاط کی مدلل تصحیح فرمائی وہ صرف ان ہی کا حصہ تھا جس کی درحقیقت مثال نہیں مل سکتی۔

استاد العلماء مولانا عبد اللطیف صاحب مدظلہ ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور و مفتی مدرسہ مولانا سعید احمد صاحب

سید صاحب کی غلطیاں بالکل واضح اور تفسیر سلف کے بالکل خلاف ہیں جیسا کہ مولانا امداد صاحب نے وضاحت سے بیان فرمایا ہے مثلاً آیۃ "وقالوا ربنا عجلنا قطنا" کو عامہ مفسرین کے خلاف برزخ پر محمول کیا ہے اسی طرح اور بھی بہت سے قرآنی مفاہیم کو سلف کے خلاف بیان کیا ہے خطا اور غلطی پر تنبیہ کرنا بشرطیکہ تہذیب اور نیک نیتی کے ساتھ ہو ہر ناقد کا حق ہے۔ مولانا امداد صاحب نے نہایت متانت اور تہذیب سے مدلل تنقید کی ہے۔ اور ناقدین کے لئے بہترین مثال قائم کی ہے۔ امید ہے کہ سید صاحب ان مقامات پر دوبارہ غور فرماکر اصلاح فرمائینگے۔ فقط۔

(مولانا مفتی سعید احمد صاحب اجراڑوی
مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

قاری سعید احمد صاحب کی تنقید کی بندہ بھی تائید کرتا ہے۔

(مولانا) عبد اللطیف (صاحب)
ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

حضرت العلامہ ابو الحسنات مولٰنا سید محمد احمد صاحب قادری مدظلہ خطیب مسجد وزیرخاں لاہور

فقیر حقیر نے فاضل نوجوان حضرت علامہ مولانا امداد صابری دہلوی سلمہ کا مضمون بعنوان "علامہ سید سلیمان ندوی کی قرآنی غلطیاں" دو قسطوں میں پڑھا اول تو مجھے برا معلوم ہوا کہ معمولی سے اختلاف رائے پر کسی موقر خادم دین کی مخالفت کیوں کی گئی لیکن جب من اولہ الی آخرہ مطالعہ مضمون کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت امداد درحقیقت امداد مذہبی کے لئے گامزن ہیں اور ایک زبردست فتنہ کے انسداد کا بیڑا اٹھا رہے ہیں۔

حاشا میں نے ایسی خوبصورت تحریف اور ایسی دلآویز شان کی تبدیل معنوی اس سے قبل نہیں دیکھی کہ بظاہر حمایت اور فضیلت سرکار دو عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر آئے اور ایک خوش اعتقاد خوش اعتقادی کی کیچڑ میں پھسل جائے اور اندر ہی اندر نبوۃ و رسالت کے حصہ بخرے ہو جائیں اور وہ معتقد اپنی ایمان سے بھی بیخبر رہے اور حبوط اعمال کے بعد کف افسوس ملنا ہی پڑے

میں حضرت علامہ امداد کو اس امداد دینی پر مبارکباد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ علامہ ندوی صاحب کو رب العزت تبارک تعالیٰ توفیق قبول حق دے اور اپنی اعتراف کے بعد اصلاح کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

یوں معمولی علم والا بھی اپنی شخصیت پسندی اور خودداری کے دلدل میں پھنسکر اپنے غلط مضمون کو صحیح ثابت کرنیکی سعی کیا کرتا ہے۔ لیکن حق حق ہی ہوتا ہے اور قبول حق بہتر عذر گناہ نہیں ہوتا

امید کرتا ہوں کہ حضرت امداد اس امداد مذہبی میں پیش در پیش پیش پیش رہیں گے اور لومۃ لائم کے خوف سے بے نیاز رہ کر اس امداد مخلصانہ کو پورا کرینگے۔

حضرت العلامہ ابو البرکات مولٰنا سید احمد صاحب

ناظم مرکزی حزب الاحناف لاہور

فقیر نے رسالہ عروس خیال دہلی میں ایک مضمون پڑھا جسکا عنوان "علامہ سید سلیمان ندوی کی قرآنی غلطیاں" ہے بلاشبہ ندوی صاحب نے نہ صرف آیات کریمہ کی ترجمانی میں غلطی کی ہے بلکہ تفسیر

بالرائے کرتے کرتے نبوت و رسالت کی متعدد قسمیں کرڈالیں ہیں جو قرآن وحدیث اور اقوال مفسرین و مجتہدین کے سراسر خلاف ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی نے نبوت کے اقسام بروزی لغوی وحقیقی ومجازی گڑھے میں ندوی صاحب نے بھی چند اقسام اختراع کئے ہیں علامہ امداد صابری دہلوی سلمہ العلی القوی کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ آپنے امت مرحومہ پر زبردست احسان فرمایا کہ ندوی کی تفسیر بالرائے کی غلطیاں اور خلاف اسلام موشگافیوں کو طشت از بام فرمادیا تاکہ ندوی صاحب کے مزخرفات ہفوات سے متاثر ہوکر کوئی مسلمان درطہ ہلاکت وضلالت میں نہ گرے۔ علامہ امداد صابری صاحب نے نہایت متانت اور سنجیدگی اور شائستگی کے ساتھ تردید بلیغ فرمائی ہے اور ندوی صاحب کی قرآن دانی کی حقیقت کو باحسن وجوہ ظاہر فرمایا ہے۔

فاضل طمطام حضرت الاعلام مولنا مولوی ابوعبداللہ محمدی یوسف السورتی

مولوی امداد صاحب صابری کا مضمون مطبوعہ رسالہ عروس خیال بابت اگست ۱۹۳۵ء میں نے بغور دیکھا، اور جہانتک تدبر کیا کامیاب پایا!

قرآن وحدیث کے مطالب بیان کرنے میں جو اغلاط ہوئے، انہیں بیان کرنا ایک اہم اسلامی وعلمی فریضہ ہے، کیونکہ غلط معانی یا تاویل باطل کی بنا پر قسم قسم کی اعتقادی وعملی خرابیاں پیدا ہوئی ہیں اور امت میں تمام فرقہ بندیوں کی یہی اصل سمجھنی چاہئے!

تنقید اور صحیح علمی تنقید کی ہمیشہ ضرورت ہے حق سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔

مضمون زیر مطالعہ میں صابری صاحب نے مولنا سید سلیمان ندوی صاحب کی حسب ذیل چار غلطیاں بتائی ہیں۔!

(۱) انبیاء کے واسطے بشیر، نذیر اور شاہد کے مخصوص اوصاف ہونا، اس بارہ میں مولانا سید سلیمان صاحب خود اپنے کلام کا نقص کر چکے ہیں پھر تخصیص مذکور کیلئے کوئی سند بھی نہیں پیش کی۔

(۲) قِطّ کے معنی چھٹی یا برات صحیح ہو سکتے ہیں جو باعتبار مآل ہوں مگر "قبل یوم الحساب" سے عالم برزخ مراد لینا محل بحث ہے بلکہ یہ کفار کا تقاضی عالم حیات ہی میں بطور استہزاء و تہکم تھا!

(۳) آیۃ وما انزلنا علیٰ قومہ من بعدہ من جند من السماء الخ میں فوج کو عذاب کے لئے اتارنا ہے، نہ پیغام لے کر اتارنا جسکی کوئی سند نہیں!

(۴) آیہ ولو تری اذ المجرمون ناکسوا رؤسہم عند ربہم الخ (بھی) روز حشر کے لئے ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان مضامین کا سلسلہ ایک عرصہ سے جاری ہے۔ ارباب نظر کی جانب سے بیشک ہمیں دل کھول کر داد ملی۔ مگر ہندوستان کا بیشتر حصہ حضرات مفکرین سے محروم اور شہرت و وجاہت سے مرعوب ہو جانے والوں سے معمور ہے۔ یہ نادان طبقہ اپنی علمی بے مائگی اور پستی ضمیر کے باعث گو برملا ہم کو ملزم کرنے کی جرأت نہ کر سکا لیکن کسی نہ کسی طرح اس کی دبی کمزور آواز ہمارے کانوں تک پہنچ گئی۔ وہ ہمارے اس پرخلوص اور ضروری خدمت کو نفسانیت، مفاد ذاتی، اور علامہ ندوی کے ساتھ دشمنی پر محمول کرتا ہے۔ وانا بریٔ مما یصفون۔

ہمیں نہ تحسین وستائش کی ہوس ہے، نہ خوف لومۃ لائم۔ لیکن اظہار واقعہ ہمارا فرض ہے۔ اس سلسلہ کے چھیڑنے سے قبل ہم نے علامہ ندوی موصوف کی خدمت میں کئی طویل عرضیاں بھیجیں جن کا خلاصہ اور لب لباب یہ تھا کہ جناب علامہ اپنی شائع کردہ اغلاط کی خود ہی تردید فرما دیں۔ تاکہ جہاں ارباب نظر کے سامنے علامہ موصوف کی علمی پوزیشن لچکا نہ کھائے وہاں نافہموں کے نادان حملہ سے ہم بھی محفوظ رہیں مگر ہماری اس درخواست کا نتیجہ ہماری امید کے مطابق وہی ہوا جو ہمارے جیسے ایک ہیچمدان طالب علم کی گذارش کا ایک فاضل یلمعی، علامہ لوذعی، شہیر خلائق مولوی کے دربار میں ہونا چاہئے تھا، ہم اس پر بھی صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتے اور مولانا کے ارشادات گرامی پر تنقید کرنے سے باز رہتے۔ بشرطیکہ مولانا کی غلطیاں "قرآنی غلطیاں" نہ ہوتیں اور مولانا تبلیغ دینی کے دعویدار اور علمبردار نہ ہوتے۔ اور ہمیں ارتکاب جرم، کتمان حق کا یقین نہ ہوتا۔ بہرحال مولانا بھی ایک انسان ہیں

بحیثیت ایک انسان ظلوم وجہول ہونے کے کلام اللہ العظیم کے سمجھنے میں غلطیاں کر سکتے ہیں۔

لیکن افسوس تو یہ ہے کہ مولانا کی یہ غلطیاں ایسی غلطیاں نہیں ہیں جو انسانی دماغی مجبوری کو ظاہر کریں، یا خدانخواستہ مولانا کے مبلغ علم کی پول کھولیں، اور ان سے چشم پوشی علو اخلاق کا اقتضا ہو۔ بلکہ یہ وہ فحش اور ارادی غلطیاں ہیں جو مولانا کے پیکر عقیدت کو عریاں کر رہی ہیں۔ اور اس لئے علمی طبقہ اپنے اس فیصلہ میں بالکل حق بجانب ہے کہ مولانا کی اکثر و بیشتر قلمی خدمات کا مفاد دین خالص کی تبلیغ و اشاعت کے بجائے صرف الحاد اور اہمال کے جراثیم پیدا کرنا ہے اور اس لئے ہم اپنا دینی اور اسلامی فرض سمجھتے ہیں کہ عنوان مذکور کا سلسلہ جہاں تک ہو سکے دراز کریں، تا کہ ہر معصوم عربیت سے محروم، مسلمان مولانا کی غلط تبلیغ کے مہلک اثر سے محفوظ رہے۔ اور ضالۃ الغنم بننے کے بجائے اجماع امت کی شاہ راہ دیکھ لے،

سید صاحب صفات انبیاء منقسم و مخصوص فرماتے ہیں۔ کہ

بہت سے انبیاء تھے جو "صرف" شاہد تھے جیسے حضرت یعقوبؑ حضرت اسحاقؑ حضرت اسمٰعیلؑ وغیرہ، بہت سے تھے۔ جو "صرف" مبشر تھے جیسے حضرت ابراہیمؑ حضرت عیسیٰؑ، بہت سے تھے جو "صرف" "نذیر" تھے جیسے حضرت نوحؑ حضرت موسیٰؑ حضرت ہودؑ حضرت شعیبؑ بہت سے تھے، جو "صرف" "داعی حق" تھے، جیسے حضرت یوسفؑ حضرت یونسؑ۔

(خطبات مدراس خطبہ دویم ص۱۷ مطبوعہ معارف اعظم گڈھ)

لیکن اس تقسیم و تخصیص کا قرآن پاک اور احادیث نبوی میں کہیں ذکر نہیں، مبشر و نذیر کے متعلق قرآن پاک میں بلا تخصیص صاف تصریح ہے کہ کل انبیا مبشر و نذیر ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ حضرت عیسیٰؑ کے صرف مبشر ہونے اور حضرت نوحؑ حضرت موسیٰؑ حضرت ہودؑ حضرت شعیبؑ کے

صرف نذیر ہونے کی قید نہیں۔

(۱) وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین۔ (سورہ انعام ۵)
اور پیغمبروں کو اس واسطے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ "بشارت دیں اور ڈراویں"۔

ایک بار نہیں بار بار کہا جاتا ہے۔

(۲) وَمَا نُرسِلُ المُرسَلِین الا مبشرین ومنذرین۔ (سورہ کہف ۸)
اور پیغمبروں کو اس واسطے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ "بشارت دیں اور ڈراویں"۔

(۳) کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین (سورہ بقرہ ۲۶)
پھر اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا "جو خوشی کے وعدے سناتے تھے اور ڈراتے تھے"

اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ کچھ انبیا کے نام بھی مذکور ہیں جن میں حضرت یعقوبؑ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت اسحاقؑ حضرت یوسفؑ حضرت یونسؑ (جو سید صاحب کے نزدیک کچھ صرف شاہد ہیں۔ اور کچھ صرف داعی حق ہیں) بھی شامل ہیں، ان سب کو قرآن پاک مبشر و نذیر کہتا ہے۔

(۴) انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ واوحینا الی ابراھیم واسمٰعیل واسحاق ویعقوب والاسباط وعیسٰی وایوب ویونس وھرون وسلیمن واتینا داود زبورا ورسلا قد قصصنھم علیک من قبل ورسلا لم نقصصھم علیک وکلم اللہ موسٰی تکلیما۔ رسلا مبشرین ومنذرین
(اے محمدؐ) ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی ہے جیسے نوحؑ کے پاس بھیجی تھی، ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس، اور ہم نے ابراہیمؑ، اور اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اولاد یعقوبؑ اور عیسٰیؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ کے پاس وحی بھیجی تھی، اور ہم نے داودؑ کو زبور دی تھی اور ایسے پیغمبروں کو صاحب وحی بنایا جن کا حال اس سے قبل ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔ اور موسٰیؑ سے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کلام فرمایا" ان سب کو خوشخبری

لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ	دینے والے اور ڈرانیوالے پیغمبر بنا کر" اس نے بھیجا تھا۔ کہ
بعد الرسل۔	لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے سامنے پیغمبروں کے بعد کوئی
(سورۃ النساء ۲۳)	عذر باقی نہ رہے۔

صرف نذیر کی نسبت ارشاد ہے۔

(۵) ھذا نذیر من النذر الاولیٰ	یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ڈرانے والے ہیں جیسے
(النجم ۳)	اگلے پیغمبر ڈرانے والے تھے۔
(۶) وکذلک ما ارسلنا من قبلک فی قریۃ	اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے جس بستی میں "ڈرانیوالا
من نذیر الا قال مترفوھا انا وجدنا	رسول" بھیجا اس کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے
اباءنا علی اثارھم مقتدون۔	اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی
(زخرف ۲)	انہی کے پیچھے پیچھے چلیں گے،
(۷) وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر	اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں "ڈرانیوالا (رسول)
(فاطر ۳)	نہ اتارا ہو۔
(۸) وما ارسلنا فی قریۃ من نذیر الا	اور جس بستی میں ہم نے "ڈرانیوالا رسول بھیجا" اس کے
قال مترفوھا انا بما ارسلتم بہ کفرون	خوش حال لوگوں نے یہی کہا جو پیغام تم لائے ہو ہم اس کو
(السبا ۴)	نہیں مانتے۔

قیامت کے دن جہنمیوں سے کہا جائیگا۔

(۹) سألھم خزنتھا الم یاتکم نذیر	(جہنمیوں) سے انکے محافظ پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی
قالوا بلیٰ قد جاءنا نذیر فکذبنا وقلنا	ڈرانیوالا (رسول) نہیں آیا وہ کہیں گے واقعی ہمارے پاس ڈرانیوالا آیا
ما نزل اللہ من شیئ (الملک ۱)	تھا سو ہم نے جھٹلادیا اور کہدیا کہ خدا نے کچھ نازل نہیں کیا۔

(۱۰) الم یاتکم رسل منکم یقصون علیکم ایاتی و ینذرونکم لقاء یومکم ھذا (انعام)

کیا تمہارے پاس تم میں سے نہیں آئے جو تم کو تمہارے رب کی آیتیں پڑھکر سناتے تھے۔ اور اس دن کے حاضر ہونے سے ڈراتے تھے۔

(۱۱) یمعشر الجن والانس الم یاتکم رسل منکم یقصون علیکم ایاتی وینذرونکم لقاء یومکم ھذا قالوا شھدنا علی انفسنا (انعام ۱۶)

اے جنوں اور انسانوں کے گروہ کیا تمہارے پاس تم ہی میں کے پیغمبر نہیں آئے تھے۔ جو تم سے میرے احکام بیان کرتے۔ اور تم کو آج (قیامت) کے دن سے ڈراتے تھے وہ سب عرض کریں گے کہ ہم جرم کا اقرار کرتے ہیں

(۱۲) اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاءکم النذیر (فاطر)

کیا ہم نے تم کو اس قدر عمر نہیں دی جس میں نصیحت والا نصیحت لے سکے اور تمہارے پاس نذیر (رسول) بھی آئے۔

شاہد کے بارے میں ہے

(۱۳) فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدًا (سورہ النساء ۶)

سو اس وقت بھی کیا ہو گا جبکہ "ہر امت میں سے ایک ایک گواہ (یعنی ان میں کا ایک ایک رسول) حاضر کریں گے اور آپ (محمد) کو بھی ان مسلمانوں پر گواہی دینے کیلئے حاضر کرینگے

(۱۴) ویوم نبعث فی کل امۃ شھیدًا علیھم من انفسھم (النحل ۱۲)

اور جس دن ہم ہر امت میں "ایک ایک گواہ جو ان ہی میں کا ہو گا" ان کے مقابلہ میں قائم کریں گے۔

(۱۵) ولکل امۃ رسول فاذا جاء رسولھم قضی بینھم بالقسط وھم لا یظلمون (یونس ۵)

اور ہر امت میں ایک رسول ہوا ہے پس جب ان کا رسول آئے گا تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائیگا، اور ان پر ظلم نہ ہو گا۔

حضرت عیسیٰؑ (جو سید صاحب کے نزدیک صرف مبشر ہیں) کی زبانی ہے۔

(۱۶) وکنت علیهم شهیدا ما دمت فیهم (المائدہ ۶۵) میں ان (قوم) کا "شاہد" تھا جب تک ان میں رہا۔

اور حضرت ابراہیم ؑ کا (جو لبقول سید صاحب صرف مبشر ہیں) بھی یہی فرمان ہے۔

(۱۷) وانا علیٰ ذٰلکم من الشٰھدین (الانبیاء ۵) اور میں اس بات پر "گواہ ہوں" ہوں

مثل حضور اکرم حضرت موسیٰ بھی شاہد ہیں۔

(۱۸) انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا۔ جو تمہارے "اوپر

کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا (مزمل ۲) گواہ" ہے جیسے کہ فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا

داعی حق کے متعلق ہے۔

(۱۹) وما ارسلنا من قبلک من رسول ہم نے آپ سے پہلے کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا جس کے

الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا پاس ہم نے یہ وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود

فاعبدون (الانبیاء ۲) ہونے کے لائق نہیں ہے۔ پس میری عبادت کرو۔

(۲۰) ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولاً ان اور ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہے ہیں کہ تم

عبداللہ واجتنبوا الطاغوت (النحل ۵) اللہ کی عبادت کرو اور شیطان کے رستے سے بچے رہو۔

یہ ہیں قرآن پاک کی تصریحات اور ارشادات آلہی کہ کل انبیاء علیہم السلام بیک وقت رشد و ہدایت و تعلیم و تربیت کے شاہد بھی ہیں۔ فوز و فلاح کی بشارت سنانے والے مبشر بھی ہیں، گمراہوں اور غافلوں کو بیدار کرنیوالے نذیر بھی ہیں، بھٹکے ہوؤں کو خدا کی طرف پکارنیوالے داعی بھی ہیں۔ اور ہر ایک نبی کی غایت رسالت بھی ہے۔

اگر نہیں تو کیا نبوت کے یہ معنے ہیں کہ نبی مشرکوں اور کافروں کو شرک و بدعت، کفر و ضلالت سے باز رکھنے سے کچھ واسطہ نہ رکھے اگر واسطہ ہو تو صرف اس قدر کہ مومنوں اور پارساؤں کو خوش خبریاں سنایا کرے، اور اسی میں اپنی تمام عمر صرف کر دے؟ کیا نبی کے فرائض اور ذمہ داریاں صرف یہیں تک محدود ہیں کہ وہ صرف

شاہد ہو۔ اور اس کو دعوت تبلیغ حق و اجرائے شریعت سے کچھ سروکار نہ ہو؟

اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تقسیم و تخفیض کے سر صحبت کا سہرا بھی منڈھ دیا جائے۔ لیکن سیرۃ النبی کے اس بیان کا کیا مفہوم لیا جائے جو بالکل اس کے مخالف ہے لکھتے ہیں۔

آپ نے بتایا کہ نبوت اور رسالت خاص خاص انسانوں کو خدا کا بخشا ہوا ایک منصب ہے جس کو دیکر وہ دنیا میں اس غرض سے بھیجے گئے کہ وہ خدا کے احکام لوگوں کو بتائیں اور سچائی اور نیکی کا راستہ ان کو دکھائیں "وہ ہادی (رہنما) نذیر (ہشیار کرنے والے) داعی خدا کی طرف بلانے والے) مبشر (خوشخبری سنانیوالے" معلم (سکھانیوالے) مبلغ (خدا کے احکام پہنچانے والے) اور نور (روشنی) تھے، خدا ان سے ہمکلام ہوتا تھا اور اپنی باتوں سے ان کو مطلع کرتا تھا اور وہ ان سے انسانوں کو آگاہ کرتے تھے۔ (سیرۃ النبی[1] جلد چہارم صفحہ ۵۹)

اب فیصلہ بالکل آسان ہے۔ آیات قرآنی اور سید صاحب کا بیان سامنے ہے۔ کیا اول الذکر بیان تقسیم و تخصیص غلط نہیں ہے؟ اور قابل حذف نہیں سمجھا جا سکتا؟

سید صاحب سیرۃ النبی (جلد چہارم صفحہ ۵۲۰ و صفحہ ۵۹۳) میں ایک آیت کا ترجمہ و مفہوم لکھتے ہیں

اور انہوں نے کہا اے ہمارے پروردگار شتاب کر ہماری "چھٹی" حساب کے دن سے پہلے۔	وقالوا ربنا عجل لنا قطنا قبل یوم الحساب (ص ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن کو یوم الحساب سے پہلے ہی تھوڑا عذاب دے کر چھٹی ملجائے اور انہیں لوگوں کو دیکھکر دوسرے مجرموں کو بھی بارگاہ الٰہی میں اس درخواست کی ہمت پڑیگی کہ انکے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا جائے، صفحہ ۵۹۳

---

[1] سیرۃ النبی کے تمام حوالے مطبوعہ معارف اعظم گڈھ ۱۹۳۲ء سے دئے گئے ہیں۔

یہ ترجمہ غلط ہے۔ کیونکہ قطّ کے معنے "حصہ بخشش" یا "اعمالنامے" کے ہیں چھٹی وتعطیل کے نہیں ہیں[ل]۔ یعنی انہوں نے کہا اے رب ہمارے ہمارا حصہ یا اعمالنامہ) قیامت کے دن سے پہلے ہی ہم کو دیدے (یا دکھلادے)

سید صاحب نے اس آیت سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔

یہ "حساب کے دن" یعنی قیامت کے دن سے پہلے اور دنیا کے عذاب ہلاکت کے بعد کا واقعہ ہے اور اسی وقفہ کا نام "برزخ" ہے (صفحہ ۵۲۰)

یہ نتیجہ بھی سراسر غلط ہے۔ یہ تو دراصل باری تعالیٰ نے کفار کا "قول استہزار" نقل کیا ہے۔ جو حضور اکرم کے وعید عذاب کا مضحکہ اڑانیکے لئے کہتے تھے کہ اگر ان کے قول کے مطابق قیامت کے دن عذاب ہونیوالا ہے، تو اے ہمارے رب! ہمارے حصہ کا عذاب آج ہی اتر آئے" اس کو برزخ کی معذبانہ آوازسے کیا تعلق، قبر کی محذولانہ کیفیت سے کیا واسطہ، یہ تو زندگی وحیات کے گھمنڈ وغرور کا چھل ومذاق ہے۔

چنانچہ مفسرین ومحدثین کی تفاسیر ملاحظہ کیجئے وہ تمام تر آیت مذکور کو کفار کا "قول استہزار" لکھتے ہیں شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی نے تو کفار تک کے نام بھی لکھدیئے ہیں کہ یہ ان کا قول تھا دیکھئے۔

(۱) اور کہا کافروں قریش کے نے جیسے نضر بن حارث اور مانند اس کے۔ کہ اے پروردگار

ل۔ لغات ملاحظہ کیجئے۔ صراح میں ہے

قطّ بالکسر "نامہ وبرات" "صلۃ بالقلم ومنہ، قولہ تعالیٰ عجلنا قطنا (صراح جلد اول باب الطاصفحہ ۲۰۶ مطبوعہ نولکشور)

لغات القرآن دیکھئے :- قطط (قط) قال تعالیٰ ربنا عجل لنا قطنا قبل یوم الحساب القط بالکسر عند ابی عبیدہ والقط الکتاب بالصک بالجائزہ والمعنی عجل لنا صحیفتنا والقط النصیب۔

لغات القرآن جلد دوم صفحہ ۳۰۳ مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان

منتہی الارب میں ہے۔

قطّ بالکسر قولہ تعالیٰ عجل لنا قطنا چک ونامہ ودفتر حساب (منتہی الارب جلد پنجم صفحہ ۲۲۱۴)

ہمارے اجلدی دے تو واسطے ہمارے حصہ عذاب سے کہ محمد ہم کو وعدہ کرتا ہے۔" یہ جلدی ازروئے ٹھٹھے کے کرتے تھے" اور خاطر مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آزردہ ہوتی تھی[۱]

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی آیت مذکور کا ترجمہ لکھتے ہیں۔

(۲) گفتند" بطریق استہزاء" پروردگارا شتاب دہ مارا سرنوشت ما از عقوبت پیش از روز حساب۔ (حمائل شریف صفحہ ۹۴۹، مطبوعہ ہاشمی)

امام رازی فرماتے ہیں۔

(۳) ولما ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعد المومنین بالجنۃ قالوا علی سبیل الاستہزاء" عجل لنا نصیبنا من الجنۃ او عجل لنا صحیفۃ اعمالنا حتی ننظر فیہا واعلم ان الکفار لما بالغوا فی السفاھۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیث قالوا انہ ساحر کذاب وقالوا لہ علی "سبیل الاستہزاء" عجل لنا قطنا امرہ اللہ بالصبر علی سفاھتہم[۲]

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وعدہ کا ذکر فرمایا جو مومنوں کو جنت دینے کا کیا گیا ہے، تو کفار نے "بسبیل استہزاء" کہا ہمارا جنت والا حصہ فوراً ہی ہمکو دیدے کہ ہم اس کو دیکھ لیں یعنی کفار نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفاہت میں مبالغہ کیا اور یہانتک کہہ ڈالا کہ وہ ساحر کذاب ہے، اور یہ بھی کہا "بسبیل استہزاء" کہ ہمارا حصہ جلد تر ہم کو دیدے تو باریتعالی نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ ان کی حماقتوں پر صبر کرو،

تفسیر طبری میں ہے۔

(۴) یقول تعالی ذکرہ وقال ھؤلاء

اللہ تعالی فرماتا ہے کہ قریش کے ان لوگوں نے جو

---

[۱] موضح القرآن منزل ۶، ص ۷۲۴

[۲] تفسیر کبیر جلد ہفتم ص ۱۸۰

المشرکون باللہ من قریش یا ربنا عجل لنا کتبنا قبل یوم القیامۃ.... ابایماھم یعطونھا ام بشمائلھم لینظروا من اھل الجنۃ ھم ام من اھل النار قبل یوم القیمۃ "استھزاء منھم" بالقران و بوعد اللہ ؎۱

جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے تھے۔ کہا اے پروردگار ہمارا اعمالنامہ جلد تر قیامت سے پہلے ہی ہم کو دیدے ...... تاکہ وہ دیکھ لیں کہ ان کے دائیں ہاتھوں میں دیا جاتا ہے کہ بائیں ہاتھوں میں اور وہ قیامت کے دن سے پہلے یہ بھی جان جائیں کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں یا اہل نار سے، یہ انکی طرف سے "مذاق اڑانا" تھا قرآن کا اور اللہ کے وعدہ کا۔

تفسیر مدارک میں علامہ عبداللہ آیت مذکور کی تفسیر لکھتے ہیں۔

(۵) (وقالوا ربنا عجل لنا قطنا) حظنا من الجنۃ لانہ علیہ السلام ذکر وعد اللہ المومنین الجنۃ فقالوا علی سبیل الاستھزاء "عجل لنا نصیبنا منھا او نصیبنا من العذاب الذی وعدتنا" ؎۲

اور کفار نے کہا اے ہمارے رب! ہمارا حصہ جلد تر دیدے یعنی جنت کا حصہ کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے اللہ کے وعدہ کا ذکر فرمایا جو اس نے مومنوں کو جنت دینے کا کیا ہے تو کافروں نے "بسبیل استہزاء" یہ کہا اے ہمارے خدا ہمارا اس میں جو کچھ حصہ ہے اس کے دینے میں جلدی کر یا ہمارے عذاب کا وہ حصہ جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔

تفسیر جلالین شریف دیکھیے۔

(۶) وقالوا لما انزل واما من اوتی کتبہ بیمینہ الخ ربنا عجل لنا قطنا ای کتاب

اور جب واما من اوتی کتابہ بیمینہ الخ آیت نازل ہوئی تو کافروں نے کہا اے رب ہمارے

؎۱ تفسیر طبری جلد ۱۳ صفحہ ۷۶

؎۲ تفسیر مدارک حاشیہ تفسیر خازن جلد چہارم صفحہ ۳۰۔

اعمالنا قبل یوم الحساب۔ قالوا ذلک "استہزاءً" وقال تعالیٰ اصبر علی ما یقولون[1]	اعمالنامے جلد تر یوم حساب سے پہلے ہی ہم کو دیدے۔ یہ انہوں نے مذاق اڑانے کے لئے کہا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے پیغمبر ان کی باتوں پر صبر کر۔

تفسیر حسینی ملاحظہ ہو۔

(۷) وقالوا ربنا وگفتند معاندان قریش چوں نضر بن حارث و اضراب او کہ اے پروردگار ! عجل لنا قطنا بشتاب بدہ بہرہ، ما را از عذابی کہ محمد صلعم مارا بداں وعید میکند یا از روئے تعجیل دہ مرا صحیفہ اعمال ما، تا وران نگریم قبل یوم الحساب پیش از روز شمار این استعجال از روئے "استہزاء" میکروند و خاطر عاطر حضرت رسالت پناہ صلعم ملول شد، حضرت عزوجل وعلا فرمودہ اصبر شکیبائی کن علی ما یقولون ہر آنچہ ایشاں میگویند[1]

تفسیر ابی السعود میں بھی آیت مذکور کو کفار کا قول "استہزاء" لکھا ہے۔

(۸) (وقالوا ربنا عجل لنا قطنا قبل یوم الحساب) لما قالوہ عند سماعھم بتاخیر عقابھم الی الاخرۃ ای قالوا بطریق الاستہزاء والسخریۃ" عجلنا قطنا من العذاب الذی توعدنا بہ ولا تؤخرہ الی یوم الحساب[2]	اور کفار نے کہا اے ہمارے پروردگار ! ہمارا حصہ دینے میں جلدی کر قیامت کے دن سے پہلے، یہ انہوں نے اسوقت کہا جب سنا کہ ان کا عذاب آخرت تک موخر رکھا گیا ہے۔ یعنی انہوں نے بسبیل استہزاء اور مذاق" کہا ہمارا حصہ عذاب کا جس سے تو ہم کو دھمکاتا ہے، جلدی سے دیدے اور اسکو قیامت کے دن پر موخر نہ رکھ

اور تفاسیر کے نام اور صفحات کے حوالے لکھدئے جاتے ہیں، کیونکہ مضمون کے طویل ہو جانیکا خوف ہے

---

[1] تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۲۲۹۔ [2] تفسیر ابی سعود حاشیہ تفسیر رازی جلد ہفتم ص۱۷۹

(۹) تفسیر جامع البیان مولفہ شیخ معین الدین حسینی صفحہ ۳۸۶ مطبوعہ النامی پریس دہلی

(۱۰) تفسیر ابن کثیر حاشیہ فتح البیان جلد ہشتم صفحہ ۲۸۸

(۱۱) تفسیر سراج المنیر جلد سویم صفحہ ۴۰۳ مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ

(۱۲) تفسیر بیضاوی جلد سویم صفحہ ۲۳۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

(۱۳) تفسیر عرائس البیان جلد دویم صفحہ ۱۸۱

(۱۴) تفسیر ابن عباس حاشیہ تفسیر درمنثور جلد چہارم صفحہ ۲۵۶

(۱۵) تفسیر خازن جلد چہارم مصری صفحہ ۳۷، ۳۸

(۱۶) تفسیر کشاف جلد دویم مصری صفحہ ۲۷۷

(۱۷) تفسیر فتح البیان جلد ہشتم صفحہ ۹

(۱۸) تفسیر تنظیم الجواہر مولفہ محمد ولی اللہ صاحب حسینی (قلمی) صفحہ ۴۹۹

(۱۹) تفسیر تبصیر الرحمن جلد دویم صفحہ ۲۰۲

(۲۰) تفسیر مراح لبید جلد دویم صفحہ ۲۲۷

(۲۱) تفسیر روح المعانی جلد ہشتم صفحہ ۳۰۶

(۲۲) تفسیر تاج التفاسیر جلد دویم صفحہ ۱۱۳

(۲۳) تفسیر درمنثور جلد پنجم صفحہ ۲۹۷

غرض تمام مفسرین و محدثین اس پر متفق ہیں کہ آیت مذکور "کفار کا قول استہزاء" ہے اور خود قرآن پاک "اصبر علی ما یقولون" (جو کچھ یہ (کفار) کہتے ہیں اس پر صبر کرو) کہہ کر ایک جامع فیصلہ صادر فرما دیتا ہے۔ آیت کا سیاق تبیان واضح ہے کسی شک و ظن کی گنجائش نہیں مگر اس پر بھی آیت مذکور کو برزخ سے متعلق کیا جاتا ہے۔

سید صاحب سیرۃ النبی (جلد چہارم صفحہ ۱۲۵ میں ایک اور آیت کا ترجمہ لکھتے ہیں۔

وما انزلنا علی قومہ من بعدہٖ من	اور ہم نے اس کے مرنے کے بعد" اس پیغام کو دیکر"
جند من السماء وما کنا منزلین۔	اس کی قوم پر آسمان سے کوئی فوج نہیں اتاری،
(یٰس ۲)	اور نہ ہم اتارا کرتے ہیں۔

پوچھنا یہ ہے کہ" فوجیں پیغام دیکر" کہاں بھیجی جاتی تھیں۔ اور آیت میں پیغام کا کہاں ذکر ہے جو سید صاحب نے ترجمہ میں بڑھایا ہے، فوج کا کام ہلاکت آفرینی ہے نہ کہ پیغام لیجانا۔ اور آیت مذکور کے بعد تو صاف تصریح ہے

ان کانت الا صیحۃ واحدۃ فاذاھم	وہ سزا بس ایک آواز سخت تھی اور سب اسی دم
خامدون (یٰس ۲)	بجھکر رہ گئی۔

کہ ہم نے ان کو لشکر سے ہلاک کرنا مناسب نہ سمجھا ان کے لئے تو ایک چیخ ہی کافی ہوگئی۔

شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی نے لشکر کے نازل نہ ہونے کے معنے تاراج و برباد کرنے کے لئے ہیں اور پیامبری اور پیغامبری کا مستحق لشکر و فوج کو کسی صورت سے نہیں سمجھا ہے۔

(۱) اور نہ بھیجا ہم نے اوپر قوم حبیب بخار کے، اس کے مرنے پیچھے کوئی لشکر آسمان سے یعنی جب وہ قضیہ ہو چکا تو کوئی فوج آسمان سے نہیں بھیجی انپر، اور نہیں ہم بھیجنے والے یعنی کافر اس لائق نہیں جو ان کے "مارنے کو" فرشتے بھیجیں، اور یہ جو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کو حنین کی لڑائی میں فرشتوں کا لشکر بھیجا تھا۔ سو واسطے بڑائی اور بزرگی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے آیا تھا۔ ٹ

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

(۲) فرو دنیاوردیم بر قوم او بعد از وے ہیچ لشکرے از آسمان و نیستم ما فرود آرند لشکرے نبود عقوبت ایشان مگر یک آواز تند پس ناگہاں ایشاں چوں آتش فرو مردہ شدند۔

شاہ رفیع الدین صاحب محدث کا ترجمہ قرآن دیکھئے اس میں بھی پیغام اور نہ پیام کسی کا بھی ذکر نہیں ہے

(۳) اور نہیں اتارا ہم نے اوپر قوم اس کی کے پیچھے اس سے کوئی لشکر آسمان سے اور نہیں تھے ہم اتارنے والے (حمائل شریف صفحہ ۷۱۰ مطبوعہ القرآن امرتسر)

تفسیر جلالین شریف میں ہے۔

(۴) وما نافیہ انزلنا علی قومہ اے حبیب من بعدہ بعد موتہ من جند من السماء لاھلاکھم وما کنا منزلین ملائکۃ لاھلاک

اس آیت میں ما نافیہ ہے یعنی نہیں اتارا ہم نے اس کی حبیب قوم پر اس کی موت کے بعد آسمان سے کوئی لشکر یعنی ملائکہ کی فوج انکے ہلاک کرنیکے لئے اور نہ ہم اتارا کرتے ہیں ملائکہ۔

تفسیر بیضاوی دیکھئے۔

(۵) وما انزلنا علی قومہ من بعدہ اھلاکہ اور رفعہ من جند من السماء لاھلاکھم[۱]

اور نہیں اتارا ہم نے اس کی قوم پر اس کے ہلاک کر دینے یا اٹھا لینے کے بعد کوئی لشکر آسمان سے ان کافروں کو ہلاک کرنے کے لئے۔"

علامہ حسین بن الواعظ الکاشفی بھی فوج کا کام غارتگری اور سفاکی بتاتے ہیں۔

(۶) وَمَآ اَنزَلنَا ونفرستادیم ما علی قومہ بر قوم حبیب من بعدہ پس از قتل یا دفع او من جند ہیچ لشکرے من السماء از آسمان وما کنا بودیم ما منزلین فرد فرستندہ لشکر برائے ہلاک قومے یعنی کفار از اں خوار تر بمقدار تر اند کہ اہلاک ایشاں را لشکرے باید و انزال لشکرے ملائکہ روز بدر چنیں برائے تعظیم پیغمبر ما بودہ صلعم نہ آنکہ لشکر کفار در حسابی بودہ اند[۲]

---

[۱] تفسیر بیضاوی جلد ہشتم صفحہ ۲۰ = [۲] تفسیر حسینی جلد دویم صفحہ ۲۳

کشاف میں ہے۔

(۷) ان الله کفی امر اهم بصیحة،	الله نے ان کے معاملے کو ایک چیخ ہی میں ختم کر دیا
هلاك لم ینزل لاهلاکهم جنداً	اور ان کی ہلاکت کے لئے آسمانی لشکروں میں کوئی
من جنود السماء [1]	لشکر نہیں اتارا۔

امام رازی لکھتے ہیں۔

(۸) وما انزلنا علی قومه من بعده	(وما انزلنا من السماء) یہ اشارہ کہ اس کے بعد
من جند من السماء اشارة الی	ہی فوراً وہ لوگ آسان طریقے سے ہلاک کر دیئے گئے
اهلاکهم بعده سریعا علی سهل وجه	اور ان کی ہلاکت کے لئے کسی فوج کے بھیجنے کی
فان لم یحتج الی ارسال جند یهلکهم [2]	ضرورت نہیں ہوئی۔

تفسیر خازن دیکھئے۔

(۹) وما انزلنا علی قومه من بعده	اور ہم نے نہیں اتارا اس کی قوم پر اس کے بعد
من جند من السماء) یعنی	کوئی لشکر آسمان سے یعنی ملائکہ کو اور ہم اتارنیوالے
الملائکة (وما کنا منزلین) ای ماکنا	نہیں ہیں یعنی اس کام کے لئے ایسا کرنیوالے نہ تھے
لنفعل هذا بل الامر فی اهلاکهم	بلکہ انکی ہلاکت کا معاملہ اس سے زیادہ آسان تھا
کان ایسر مما تظنون [3]	جتنا تم خیال کرتے ہو۔

یہاں بھی تفاسیر کے نام پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۱۰) تفسیر ابن عباس حاشیہ درمنثور جلد چہارم صفحہ ۳۱۵

(۱۱) تفسیر سراج المنیر جلد سویم صفحہ ۳۴۳ مطبوعہ نول کشور لکھنؤ۔

---

[1] تفسیر کشاف جلد ۴ صفحہ ۲۵ ؛ [2] تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۷ ؛ [3] تفسیر خازن جلد ۴ صفحہ ۷۔

(۱۲) تفسیر مدارک حاشیہ تفسیر خازن جلد چہارم صفحہ ۸

(۱۳) تفسیر جامع البیان مولفہ شیخ معین الدین حسینی صفحہ ۳۰۴ مطبوعہ لنامی پریس دہلی

(۱۴) تفسیر روح المعانی جلد ہشتم صفحہ ۲۰۹

(۱۵) تفسیر فتح البیان جلد ہشتم

(۱۶) تفسیر ابی السعود حاشیہ تفسیر کبیر جلد ہفتم

(۱۷) تفسیر تنظیم الجواہر مولفہ محمد ولی اللہ صاحب حسینی صفحہ ۹۰۴ (قلمی)

(۱۸) تفسیر تبصیر الرحمن جلد دوم صفحہ ۱۸۵

(۱۹) تفسیر مراح لبید جلد دوم صفحہ ۲۰۹

(۲۰) تفسیر ذوالاسرار جلد اول صفحہ ۳۷۲

(۲۱) تفسیر تاج التفاسیر جلد دوم صفحہ ۱۰۳

اب قرآن پاک کے فرمان اور مفسرین و محدثین کے آرا کے بعد جو فیصلہ کیا جائے وہ درست و احسن ہوگا۔

سید صاحب آیت مندرجہ ذیل کو احوال برزخ کے تحت میں لکھتے ہیں۔

قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل	کہہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے وہ تم کو وفات دیگا
بکم ثم الی ربکم ترجعون۔ ولو	پھر تم اپنے رب کی طرف "لوٹائے جاؤ گے" اور کبھی دیکھے
تری اذا المجرمون ناکسوا رؤسهم	تو مجرموں کو ان کے پروردگار کے آگے سر جھکائے (وہ
عند ربھم ربنا ابصرنا وسمعنا	کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا
فارجعنا نعمل صالحا انا موقنون ؃	اب پھر ہم کو لوٹا دے، اب ہم اچھے کام کریں گے، اب
(سجدہ ۲۶)	ہم کو یقین آگیا۔

اور اس آیت سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔

وفات کے بعد بعض غیبی صورتیں، اور بعض غیبی آوازیں آتی ہیں جن کو دیکھ کر اور سن کر "مردہ" کو یقین آجاتا ہے۔ (سیرۃ النبی جلد چہارم صفحہ ۵۱۴)

یہ مفہوم غلط ہے۔ سنا، دیکھنا اور تیقن احوال حشر، اور حیات ثانیہ پر مشتمل ہے۔ منکرین بعث قیامت کے دن دوبارہ زندگی پائیں گے تو خدا کے حضور میں اس کی قادریت وقدرت کے قائل وقائن ہو کر عاجزی وانکساری سے عرض کریں گے۔ بارالہا، ہم نے تصدیق کی کہ تو مُردوں کو جلانے اور دوبارہ زندگی دینے پر قادر ہے۔ ہم نے روز حشر اور تیرا عذاب دیکھا اور آواز صور سنی، اب ہم کو دنیا کی طرف لوٹا دے۔ آیت مذکور کا احوالِ برزخ اور عالم ممات سے کوئی واسطہ نہیں۔ سیاق وسباق سے صاف ظاہر ہے۔

کفار کی اس التجا واستدعا کا باری تعالیٰ جواب دے گا۔

ولو شئنا لاتينا كل نفس هدٰها
ولكن حق القول مني لاملئن
جهنم من الجنة والناس اجمعين (سجدة)

اور جو ہم چاہتے ہر نفس کو ہدایت دیتے۔ لیکن میری
طرف سے فیصلہ ہو چکا ہے کہ میں ضرور بھروں گا۔
جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے۔

پھر فرمائے گا۔

فذوقوا بما نسيتم لقاء[۲]
يومكم هذا انا نسينكم
وذوقوا عذاب الخلد بما
كنتم تعملون (سجدة ۲)

پھر چکھو تم یعنی عذاب کو بسبب اس کے بھول گئے
تم دیکھنے اس دن کے کہ ایمان نہ لائے قیامت لئے
تحقیق ہم بھی بھول گئے تم کو اور چھوڑا ہم نے بیچ عذاب
کے اور چکھو تم عذاب ہمیشہ کا۔ جو کچھ کہ تھے تم عمل کرتے[۱]

یہ کیفیت وگفتگو رجوع الی اللہ یعنی حیات ثانیہ ملنے کے بعد کی ہے جیسا کہ آیت کا سیاق ہے

۱؎ آیت کی شرح شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر موضح القرآن منزل ۵ صفحہ ۱۰۲ سے لکھی گئی ہے۔

اور جیسا کہ آخر آیت میں ہے کہ تم اس دن یعنی قیامت کو بھول گئے اور اس پر ایمان نہ لائے۔ اس لئے یہ آیات حیات ثانیہ بعد عالم ممات اور بعد قیامت سے متعلق ہیں، تفاسیر، تراجم دیکھئے۔ علامہ حسین بن الواعظ الکاشفی شرح آیت مذکور لکھتے ہیں۔

(۱) قل بگوائے محمدؐ منکران بعث راکہ زدہ یتوفکم فراگیرد روح شما را ملک الموت فرشتہ مرگ کہ عزرائیل است الذی وکل بکم آں کسے کہ موکل کردہ وبرگماشتہ شدہ است بقبض ارواح شما ثم الی ربکم پس بسوئے آفریدگار خود ترجعون بازگردیدہ شوید بجہت حساب وجزا ولو تری اگر بہ بینی اے بیننده اذ المجرمون چوں مشرکان "در روز حشر" ناکسوا رؤسھم افگندان باشند سرہائے خود را یعنی از غایت خجالت وندامت سر در پیش افگنند عند ربھم نزدیک پروردگار ربنا ابصرنا دیدیم آنچہ وعدہ کردہ بودی وسمعنا وشنیدیم از تو تصدیق پیغمبراں ہم یا ہول "روز رستخیز" دیدیم وآواز صور شنیدیم فارجعنا پس بازگرداں ما را بدنیا نعمل صالحا تابکنیم کارہائے شائستہ انا موقنون بدرستیکہ مایے گمانانیم بسرائے عقبیٰ زیرا کہ مشاہدہ کردیم وما را شبہ نماند آنکہ حق سبحانہٗ فرماید

تفسیر طبری میں ہے۔

(۲) ثم الی ربکم ترجعون۔ یقول من بعد قبض ملک الموت ارواحکم الی ربکم یوم القیامۃ تردون احیاء کھیئتکم قبل مماتکم فیجازی المحسن منکم باحسانہ والمسیء باساءتہ (ولو تری اذ المجرمون) یقول تعالیٰ ذکرہ لنبیہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی تمہاری روحوں کو جب ملک الموت قبض کریگا اس کے بعد "قیامت کے دن" تم اپنے رب کے پاس اسی طرح زندہ واپس لائے جاؤ گے جیسے کہ مرنے سے پہلے تھے اور نیکوں کو ان کی نیکی کا بدلہ دیگا اور بروں کو برائی کا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ کاش اے محمد تم ان

لو تری یا محمد ھؤلاء القائلین
ائذا ضللنا فی الارض ائنا
لفی خلق جدید اذھم ناکسوا
عند ربھم حیاء من ربھم
للذی سلف منھم من بعد معاصیھم
فی الدنیا یقولون یا ربنا ابصرنا
ماکنا نکذب بہ من عقابک
اھل معاصیک وسمعنا منک تصدیق
ماکانت رسلک تامرنا بہ فی الدنیا
فارجعنا یقول فارددنا الی الدنیا
نعمل فیھا بطاعتک وذلک العمل
الصالح انا موقنون. یقول انا قد ا
یقنا الآن ماکنا بہ فی الدنیا جھالا
من وحدانیتک وانہ لا یصلح ان یعبد
سواک ولا ینبغی ان یکون رب سواک
وانک تحیی وتمیت وتبعث من فی القبور
بعد الممات والفنا وتفعل ما تشاء۔[1]

لوگوں کو دیکھتے جو یہ کہتے ہیں کہ مٹی میں گم ہو جانے کے بعد کیا ہم پھر نئے سرے سے پیدا کئے جائیں گے؟ اسوقت جبکہ یہ شرم کے مارے اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوں گے، ان گناہوں کی بدولت جوان سے دنیا میں ہوئے تھے اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا گنہ گاروں پر تیرا عذاب جس کو ہم جھٹلاتے تھے اور سن لی تجھ سے تصدیق ان باتوں کی جن کا تیرے انبیا ہم کو دنیا میں حکم دیتے تھے (فارجعنا) یعنی ہمیں دنیا کی طرف واپس بھیجدے۔ ہم اس میں تیری بندگی کریں گے اور یہی عمل صالح ہے (انا موقنون) یعنی ہم نے اب اس سے زیادہ یقین کر لیا جتنا کہ تیری وحدانیت سے دنیا میں ناواقف تھے اور یہ کہ سوائے تیرے کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور نہ جائز ہے کہ بجز تیرے کوئی رب ہو اور یہ کہ تو ہی زندہ رکھتا ہے اور تو ہی مارتا ہے اور تو ہی موت اور فنا کے بعد قبروں سے اٹھاتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے

امام رازی بھی سمعنا دیکھنے سے مراد آواز غیبی نہیں بلکہ "روز حشر" لیتے ہیں۔

(۳) (ربنا ابصرنا وسمعنا) ای ابصرنا — یعنی ہم نے حشر کو دیکھ لیا اور رسول کی ابات)

[1] طبری جلد ۲۱ ص ۵۶۔

الحشر وسمعنا قول الرسول[1] سن لی

تفسیر ابن کثیر دیکھیے۔

(۴) ولو تری اذ المجرمون تا بما کنتم تعملون) یخبر تعالی من حال المشرکین "یوم القیمۃ" وقالھم حین عاینوا البعث — اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے قیامت کے دن جو مشرکوں کا حال ہوگا اور وہ جو کچھ حشر میں دیکھ کر کہیں گے۔

فتح البیان میں ہے۔

(۵) ولو تری یا محمد منکری البعث یوم القیامۃ[2] — کاش تم دیکھتے اے محمد حشر کے انکار کرنیوالوں کو "قیامت کے دن"

شاہ عبد القادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

(۶) (ولو تری تا موقنون) اور جو دیکھے تو جس وقت مشرک اور منکر ڈالنے والے ہو دیں۔ سروں اپنے کو نہایت شرمندگی سے نزدیک پروردگار اپنے کے کہ اے رب ہمارے! دیکھا ہم نے یعنی جو کچھ وعدہ کیا تھا اور سنا ہم نے یعنی آواز صور کی سنی ہم نے، پس پھیر ہم کو یعنی بیچ دنیا کے تو کریں ہم عمل نیک۔ تحقیق کہ بے گمان ہیں ہم[3]

تفسیر جلالین شریف ملاحظہ ہو،

(۷) ولو تری اذ المجرمون الکافرون۔ ناکسوا رؤسھم عند ربھم مطاطؤھا حیا یقولون ربنا ابصرنا ما انکرنا من البعث وسمعنا منک تصدیق — یعنی (اے محمدؐ) کاش تو دیکھتا کافروں کو جبکہ وہ اپنے سروں کو اپنے رب کے سامنے شرم سے جھکائے ہوئے ہوں گے۔ کہتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب! اس "حشر کو ہم نے دیکھ لیا" جس کا ہم انکار کرتے تھے اور

[1] تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۴۶۱ : [2] فتح البیان جلد ۷ صفحہ ۲۳۶ ، [3] موضح القرآن منزل ۵ صفحہ ۱۰۳۵

الرسل فیما کذبنا هم فیه [1] — سن لی تجھ سے رسولوں کی تصدیق ان باتوں میں جنکو ہم جھٹلاتے تھے،

علامہ محمود بن عمر الزمخشری فرماتے ہیں۔

(۸) وبالرجوع الی ربهم بعد ذلک مبعوثین للحساب والجزاء [2] — اوراس کے بعد رب کی طرف رجوع ہونیکا مطلب ہے کہ وہ حساب اور جزا کے لئے اٹھائے جائیں گے

تفسیر سراج المنیر دیکھئے۔

(۹) ترجعون ای تصیرون الیه احیاء فیخبرکم باعمالکم — ترجعون یعنی تم زندہ ہوکر اپنے رب کے پاس جاؤ گے جو تم کو تمہارے عملوں کی جزا دے گا،

ابی السعود میں ہے۔

(۱۰) (ثم الی ربکم ترجعون) بالبعث للحساب والجزاء [3] — پھر تم اٹھکر حساب وجزا کے لئے رب کی طرف اٹھائے جاؤ گے،

(۱۱) تفسیر خازن جلد سوئم صفحہ ۵۲۱

(۱۲) مدارک حاشیہ تفسیر خازن جلد سوئم صفحہ ۵۲۹

(۱۳) سواطع الالہام صفحہ ۵۰۲

(۱۴) مدارک التنزیل جلد سوئم صفحہ ۱۱۷

(۱۵) حاشیہ الشہاب علی البیضاوی جلد سابع صفحہ ۱۵۰

(۱۶) درمنثور جلد پنجم صفحہ ۱۷۳

---

[1] جلالین صفحہ ۳۰۰، [2] کشاف جلد دوئم صفحہ ۲۰۱ = [3] ابی السعود حاشیہ تفسیر رازی جلد ششم صفحہ ۵۲۷۔

(۱۷) جامع البیان صفحہ ۳۵۶

(۱۸) ابن عباس حاشیہ درمنثور جلد چہارم صفحہ ۲۲۷

(۱۹) روح المعانی جلد ششم صفحہ ۵۰۷

(۲۰) درالاسرار جلد دویم صفحہ ۳۵۰

(۲۱) تنظیم الجواہر دویم مؤلفہ محمد ولی اللہ صاحب حسینی (قلمی)

(۲۲) تبصیر الرحمن جلد دویم صفحہ ۱۵۰

(۲۳) مراح لبید دویم صفحہ ۱۷۳

بہرکیف تمام مفسرین و محدثین اور قرآن پاک نے آیت مذکور کو احوال حشر سے ملحق کیا ہے۔ اور تو اور خود سید صاحب ایک جگہ فرما کر کہ۔

یہ کیفیت و گفتگو ظاہر ہے کہ ملک الموت کی روح نکالنے کے بعد کی ہے جیسا کہ آیت کا سباق ہے۔ (سیرۃ النبی جلد چہارم صفحہ ۵۲۰)

دوسری جگہ اس کے خلاف لکھتے ہیں۔ اور تسلیم کرتے ہیں کہ آیت کا سباق روز حشر سے متعلق ہے۔ اور یہ گفتگو حیات ثانیہ کے بعد کی ہے۔

یہی ملاقات اور رجوع الی اللہ اس "عقیدہ حشر" کی اصلی روح ہے۔

برزخ کیا ہوا تمام قرآن ہی کو احوال برزخ سے چپکیدینے کی سعی ہو۔ جو آیت ہے، جو سورۃ ہے کیفیت برزخ کا مکمل نقشہ ہے۔ قبر ہے اور مشرکین کی آہ و زاری ہو۔ گناہوں سے توبہ ہے۔ شرمساری و عمل نیک کی خواہش ہے اور اگر مسلم ہے تو جنت کی کھڑکیاں چوپٹ ہیں، ہوائیں فراٹیں بھر رہی ہیں، دماغ مسرور اور دل مسلم شاد ہے۔ بس یہ ہے کل مقصد قرآن۔ قرآن سے لگاؤ ملاحظہ ہو۔ "عالم برزخ" ہیں اسی کی نسبت سے "طہ" سے مدد لی گئی۔ کی مدنی کی بحث نہیں۔ خواہ سورتی ہو۔

سید صاحب اس گفتگو

قالوا انا کنا قبل فی اھلنا مشفقین	کہیں گے ہم اس سے پہلے اپنے گھر والوں میں ڈرتے
فمن اللہ علینا ووقنا عذاب السموم	تھے تو خدا نے ہم پر مہربانی فرمائی اور ہم کو دوزخ
(طور ۱)	کی لو کے عذاب سے بچا لیا۔

سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ کچھ مسلمان "اپنے گھر والوں یعنی کفار" سے ڈرتے تھے، مگر صبر کے ساتھ ایمان پر قائم تھے اس لئے ان پر خدا کا الطاف واکرام ہوگا اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے سیرۃ النبی دیکھئے۔

مثلاً وہ "نکوکار" جو دنیا میں کافروں کے خوف اور ڈر کے باوجود ایمان پر قائم تھے، ان کو جنت میں امن وسلامتی کے ساتھ وہاں کی تمام راحتیں ملیں گی، تو۔

قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِیْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِیْنَ	کہیں گے ہم اس سے پہلے اپنے گھر والوں
فمن اللہ علینا ووقنا عذاب	میں ڈرتے تھے۔ تو خدا نے ہم پر مہربانی
السَّمُوْمِ (طور ۱)	فرمائی اور ہم کو دوزخ کی لو کے عذاب سے بچا لیا۔

اس آیت سے صاف نمایاں ہے کہ فتنہ وفساد اور نکوکاروں پر قہر وگرمی کرنے والے جو دوزخ کی لو کے عذاب میں مبتلا ہوں گے وہ انہیں کے فتنہ وفساد اور قہر وگرمی کی صورت ہوگی اور "وہ نکوکار" جنہوں نے ان ستمگروں کے اس قہر وگرمی اور غیض وغضب کو صبر وشکر کے ساتھ برداشت کیا وہ اس عذاب سے یہاں جنت میں محفوظ رہیں گے،

(سیرۃ النبی جلد چہارم ص ۶۴۰ مطبوعہ معارف اعظم گڈھ ۱۳۵۰ھ)

آیت کا یہ منشا ہرگز نہیں۔ یہ گفتگو "کل جنتی مسلمانوں کی ہے۔ نہ کہ "کچھ یا مخصوص" نکوکاروں کی

سیاق سے صاف واضح ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم	اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان
بایمان الحقنا بھم ذریتھم وما التنھم	میں ان کا ساتھ دیا تو ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ شامل
من عملھم من شیء کل امرئ بما	کردیں گے اور ہم ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کرینگے
کسب رھین ۰ وامددنھم بفاکھۃ ولحم	ہر شخص اپنے اعمال میں محبوس رہیگا اور ہم ان کو میوے اور
مما یشتھون ۰ یتنازعون فیھا کاسا	گوشت جس قسم کا ان کو مرغوب ہو روزافزوں دیتے رہیں گے
لا لغو فیھا ولا تاثیم ۰ ویطوف علیھم	وہاں آپس میں شراب کی چھینا جھپٹی بھی ہوگی کہ اسمیں بک بک لگیگی
غلمان لھم کانھم لؤلؤ مکنون ۰	اور نہ کوئی بیہودہ بات ہوگی اور ان کے پاس ایسے لڑکے آجائیں گے
واقبل بعضھم علی بعض یتساءلون ۰	جو خاص انہی کیلئے ہونگے، گویا وہ حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں
(سورہ طور ۱)	اور وہ ایک دوسرے سے متوجہ ہو کر بات کریں گے،

جبکہ کل جنتی ایمانداروں کی یہ کیفیت وگفتگو ہے تو قطعاً ناممکن اور واقعات ومشاہدات کے خلاف ہے کہ "اَھلنا" سے مراد کفار ہوں اور کفار سے تمام روئے زمین کے مسلمان ہر زمان ومکان میں ڈرتے اور خوف کھاتے ہوں۔ "اھلنا" کا مقصد "مسلمانوں کے مسلم اہل وعیال" ہیں اور مومنین اپنے اہل وعیال میں "کفار سے نہیں" بلکہ عذاب الٰہی سے خائف وترساں تھے تو باری تعالیٰ نے ان پر رحم وکرم فرمایا اور وہ سموم جیسے عذاب سے بچائے گئے۔ یہ ہوا آیت مذکور کا مطلب۔

تیسری صدی پر نظر ڈالئے امام ابن جریر طبری کفار سے خوف زدہ نہیں آیت مذکور کی شرح لکھتے ہیں۔

قال بعضھم لبعض انا ایھا القوم	ایک دوسرے سے کہیں گے کہ یارو ہم
کنا فی اھلنا فی الدنیا مشفقین	اپنے گھر والوں میں خوفزدہ تھے اور اللہ
خائفین من عذاب اللہ وجلین	کے عذاب سے ڈرتے تھے اور دہلتے تھے

ان یعذبنا ربنا الیوم فمن اللّٰہ علینا بفضلہ ووقانا عذاب السموم یعنی عذاب النار۔	کہ کہیں ہمارا رب قیامت میں ہم کو عذاب نہ دے۔ سو اللہ نے ہم پر اپنی مہربانی سے احسان فرمایا اور ہمکو سموم یعنی عذاب نار سے بچا لیا۔
(طبری جلد ۲۷ ۱۶)	

امام رازی بھی مشیت ایزدی کے قائل ہیں

وهو انهم یکون تساؤلهم من سبب ما وصلوا الیه فیقولون خشیة الله کنا نخاف الله علینا ووقنا عذاب السموم	وہ یہ ہے کہ ان کا باہم دیگر سوال ہوگا اسکے بارے میں کہ جس سبب سے وہ جنت میں پہنچے۔ وہ کہیں گے کہ "خدا کا خوف" ہم اللہ سے ڈرتے تھے سو اس لئے ہم پر احسان کیا اور ہم کو سموم کے عذاب سے بچا لیا۔
(رازی جلد ہفتم ۷۰۵)	

نیز شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی تیرہویں صدی کی مقدس ہستی ہیں کفار کے تحذیر و تہدید کا کچھ بھی اثر نہیں فرماتے ہیں۔

کہیں گے بیشک ہم تھے پہلے اس سے دنیا میں اپنے "گھر میں" جو ڈرتے تھے خدائے تعالیٰ کے عذابوں سے جو خبر دی تھی ہمیں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے، پر احسان رکھا خدائے تعالیٰ نے ہم پر اور بچا لیا ہمیں عذاب آنچ کے سے جو توفیق ایمان کی دی۔

(موضح القرآن منزل ۷ ۱۵، ۱۶)

ہر دور کے مفسرین کی تفاسیر کی ورق گردانی کیجئے۔ کفار سے نڈر ہیں، بے خوف و خطر ہیں۔ خوف ہے تو بس اللہ کا، ڈر ہے تو بس اپنے معبود کی ناراضگی و خفگی کا، اس کے عذاب کا اس کے قہر کا

آیات ذیل جو قوم عاد کی ہلاکت سے متعلق ہیں

فاصبحوا لایری الامساکنھم	وہ اس طرح ہوگئے کہ ان کے گھروں کے
(احقاف ۳)	سوا کچھ نظر نہیں آیا۔
فتری القوم فیھا صرعیٰ کانھم اعجاز	اس ہوا میں یہ قوم اس طرح افتادہ تھی جیسے
نخل خاویۃ فھل تری لھم من باقیۃ	کھوکھلے درختوں کی جڑ ہو کیا ان میں سے اب
(حاقہ ۱)	کوئی زندہ نظر آتا ہے

یہ مفہوم اخذ کیا گیا ہے:۔

یہ تو زمانۂ نزولِ قرآن کا حال بیان کیا گیا ہے (ارض القرآن جلد اوّل ۱۷۸)

گویا حضور اکرم کے عہد نبوت میں قوم عاد عذاب باد سے ہلاک کی گئی۔ ان کی لاشیں نزول قرآن کے زمانہ میں کھوکھلے درختوں کی جڑوں کی طرح پڑی تھیں۔ اور اس وقت ان کے خالی مکانات جو چاہتا دیکھ سکتا تھا۔ تو سید صاحب کے مفہوم کے لحاظ سے ماننا پڑے گا۔ کہ حضرت ہود علیہ السلام "عہد خاتم النبیین" میں حیات تھے۔ کیونکہ عاد کی تباہی کے وقت وہ بچالئے گئے تھے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:۔

ولما جاء امرنا نجینا ھوداً والذین	اور جب ہمارا عذاب کا حکم آیا ہم نے ہودؑ
آمنوا معہ برحمۃ منا۔ (ہود ۵)	کو اور ان کے ایماندار ساتھیوں کو اپنی عنایت سے نجات دی

اور اگر دور محمدی میں ہود علیہ السلام کی زندگی تسلیم نہیں تو خود نتیجہ مذکور کی تغلیط ہو جاتی ہے اور کہنا پڑے گا کہ آیت مذکور کا تعلق "زمانہ نزول قران" سے نہیں بلکہ اس سے دو ہزار برس قبل کے عہد سے ہے:۔

شاید آخر آیت میں تاویل اور ہٹ دھرمی سے کام لیا جائے۔ مگر آیت اول کی آیات متعلقہ پڑھ جائیے۔ اور سیاق و سباق کو نظر عمیق سے دیکھ جائیے کہ کس لفظ، کس فقرے اور

کون سے استعارہ وکنایہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیت مذکورہ میں "زمانہ نزول قرآن کا حال بیان کیا گیا ہے"۔

قوم عاد کا ذکر ہے

واذکر اخا عاد اذ انذر قومہٗ بالاحقاف وقد خلت النذر من بین یدیہ ومن خلفہٖ الا تعبدوا الا اللہ انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم قالوا اجئتنا لتافکنا عن الھتنا فاتنا بما تعدنا ان کنت من الصدقین قال انما العلم عند اللہ وابلغکم ما ارسلت بہ ولکنی اراکم قوما تجھلون فلما راوہ عارضا مستقبل اودیتھم قالوا ھذا عارض ممطرنا بل ھو ما استعجلتم بہ ریح فیھا عذاب الیم تدمر کل شئ بامر ربھا فاصبحوا لا یری الا مسکنھم کذلک نجزی القوم المجرمین ولقد مکنھم فیما ان مکنکم وجعلنا لھم سمعا و

قوم عاد کا ذکر کیجئے جبکہ انھوں نے اپنی قوم کو جوکہ ایسے مقام پر رہتے تھے کہ وہاں ریگ کے مستطیل خمدار تودے تھے اس پہ ڈرایا کہ تم خدا کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور ان سے پہلے اور ان پیچھے بہت سے ڈرانیوالے گذر چکے ہیں مجکو تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ وہ کہنے لگے کہ کیا تم ہمارے پاس اس ارادے سے آئے ہو ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو۔ سو اگر تم سچے ہو تو جسکا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو اس کو ہم پر واقع کر دو۔ انھوں نے فرمایا کہ پورا علم تو خدا ہی کو ہے اور مجکو تو جو پیغام دیکر بھیجا گیا میں تم کو وہ پہنچا دیتا ہوں لیکن میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نری جہالت کی باتیں کرتے ہو ان لوگوں نے جب اس بادل کو اپنی وادیوں کے مقابل آتے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا۔ نہیں بلکہ یہ وہی عذاب ہے جسکی

ابصارا وافدۃ فما اغنی عنہم سمعہم ولا ابصارھم ولا افدتھم من شئ اذ کانوا یجحدون بآیات اللہ وحاق بھم ما کانوا بہ یستھزؤن۔

(الاحقاف ۳)

. . . .

تم جلدی کرتے تھے۔ ایک آندھی ہے جسمیں دردناک عذاب ہے وہ ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے ہلاک کردیگی چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ بجزان مکانات کے اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا ہم مجرموں کو یوں سزا دیا کرتے ہیں اور ہم نے ان لوگوں کو ان باتوں میں قوت دی تھی کہ تم کو ان باتوں میں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کو کان اور آنکھ اور دل دیئے تھے۔ چونکہ وہ آیات الہیہ کا انکار کرتے تھے اس لئے نہ ان کے کان ذرا کام آئے اور نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل اور جسکی وہ ہنسی کرتے تھے اس نے ان کو آگھیرا۔

"قوم کو غیر اللہ کی پرستش سے منع کیا جاتا ہے۔ قوم ضدی ہے۔ عذاب آتا ہے۔ عذاب میں کل منکر و مغرور قوم کا خاتمہ ہو جاتا ہے" مکین سے خالی' صرف مکان ہی مکان نظر آتے ہیں۔ باری تعالی کی طرف سے یہ سب ان کے جرموں کی سزا ہے۔ کچھ بھی کام نہ آیا۔ کانوں سے عذاب کی خبر سنی اور مست رہے نہ کوئی تدبیر ہوئی، نہ کوئی بچاؤ ہو سکا۔ آنکھوں نے بھی عذاب دیکھا کیا کر سکتے تھے عذاب آیا پر آیا۔ اور دل کا تو زور ہی کیا چل سکتا۔ پھس پھنسا کر رہ گیا۔ غرض جس کا استہزا اور مذاق اڑایا جاتا تھا اسی نے ان کو آگھیرا"۔

آیات کا ماحصل یہ ہے۔ قرآن تو دیکھا نہیں گیا۔ واللہ اعلم کس قاری نے کون سی قراۃ سنائی جو یہ نکات حل ہوئے۔ "العلم حجاب الاکبر" سے عالم حقیقی محفوظ رکھے۔

سید صاحب قوم عاد کی ہلاکت تلوار کے ذریعہ سے بتاتے ہیں۔

اور شریر قوم (عاد) کو "احقاف کے باہر تلوار سے" اور احقاف کے اندر ہوا اور ریگ کے طوفان سے برباد کر دیا۔ (ارض القرآن۔ اوّل ۱۷۵)

آندھی کے عذاب کا ذکر تو قرآن حکیم میں متعدد جگہ مذکور ہے جس سے عاد ہلاک کئے گئے۔ فرمایا۔

واما عاد فاھلکوا بریح صرصر عاتیۃ (حاقۃ)	اور عاد ایک تیز و تند ہوا سے ہلاک کئے گئے
فارسلنا علیھم ریحاً صرصراً فی ایام نحسات (حم السجدۃ ۲)	تو ہم نے ان پر ایک ہوائے تند ایسے دنوں میں بھیجی جو منحوس تھے۔
ریح فیھا عذاب الیم تدمر کل شئ بامر ربھا فاصبحوا لایری الا مساکنھم (احقاف ۳)	ایک آندھی جسمیں دردناک عذاب ہے وہ ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے ہلاک کر دے گی چنانچہ وہ ایسے ہی ہو گئے کہ بجز ان کے مکانات کے اور کچھ نہ
وفی عاد اذ ارسلنا علیھم الریح العقیم ما تذر من شئ اتت علیہ الا جعلتہ کالرمیم (الذریات ۲)	اور عاد کے قصہ میں بھی عبرت ہے جبکہ ہم نے اپنی نامبارک آندھی بھیجی جس چیز پر گذرتی تھی اس کو ایسا کر کے چھوڑتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔
انا ارسلنا علیھم ریحاً صرصراً فی یوم نحس مستمر تنزع الناس کانھم اعجاز نخل منقعر (القمر)	ہم نے ان پر تیز و تند ہوا بھیجی، ایک دوامی نحوست کے دن، وہ ہوا لوگوں کو اس طرح اکھاڑ کر پھینکتی تھی کہ گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں

لیکن بلا ضرورت یہ تلوار کے عذاب کا اضافہ خاص سید صاحب کا ہی ہے جس کی طرف قرآن میں کوئی اشارہ نہیں۔

سید صاحب عربوں کی جہاز رانی میں یہ آیت لکھتے ہیں۔

وما یستوی البحران ھذا عذاب فرات سائغ شرابہ وھذا ملح اجاج ومن کل تاکلون لحما طریا وتستخرجون حلیۃ تلبسونھا وتری الفلک فیہ مواخر لتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون

(فاطر ۲)

دونوں دریا برابر نہیں یہ تو میٹھا خوش ذائقہ اور خوشگوار ہے اور وہ کھاری بدمزہ ہے اور "ہر ایک میں سے" تم تازہ گوشت (مچھلیاں) کھاتے ہو۔ اور زیب و زینت کے سامان نکالتے ہو جس کو پہنتے ہو اور اس میں جہاز پانی پھاڑتے تجھے نظر آتے ہیں تاکہ تم اس کے فضل و کرم کی تلاش کرو اور تاکہ شکر گذار رہو۔

اور اس سے یہ مفہوم لیا گیا ہے۔

دو دریاؤں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں ایک میٹھا اور دوسرا کھاری ہے اور دونوں سے مچھلیاں اور ایک سے موتی، مونگے نکلتے ہیں۔" (عربوں کی جہاز رانی ۳۴)

"من کل" کی موجودگی میں موتی اور مونگوں کے استخراج کی صرف ایک دریا سے تخصیص قابل تعجب ہے۔

سیرۃ النبی میں ہے کہ اہل بہشت بہشت میں یہ دعا کرینگے۔

نورھم یسعی بین ایدیھم وبایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انک علی کل شیء قدیر (تحریم ۲)

ان کا نور ان کے سامنے اور داہنے دوڑے گا اور وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہمارے نور کو کامل اور ہم کو معاف کر! تو ہر بات کر سکتا ہے

اور اس دعا کا مقصد کیا ہوگا؟ سید صاحب فرماتے ہیں۔

یہ (مدارج بہشت) کی مزید تکمیل کی خواہش عین بہشت میں کیجا رہی ہے۔ اور دعا کا

آغاز رب کی ندا سے ہوتا ہے۔ اس سے اشارہ ہے کہ یہ مزید تکمیل اس کی ربوبیت کا

اقتضا ہے۔ جو نکوکاروں کو جنت میں حاصل ہوگی (سیرۃ النبی جلد چہارم صہ ۶۵۲)

دعا کا جار وقوع اور مطلب دونوں غلط ہیں۔ دعا بہشت میں نہیں بلکہ قیامت کے روز کی جائیگی آیت

مذکور کا آغاز ہی دیکھ لیا ہوتا۔

یوم لا یخزی اللہ النبی والذین	اس دن (قیامت کو) اللہ تعالیٰ رسوا نکریگا نبی کو اور
آمنوا معہ (تحریم ۲)	ان لوگوں کو جو ایمان لائے۔

اور اگر عین بہشت میں یہ خواہش ظاہر کیجاتی تو "اغفر لنا" کیوں کہا جاتا۔ صاف ہے کہ مغفرت سے

قبل یعنی بہشت میں جانے سے پہلے کی یہ التجا و استدعا ہے کہ اے پروردگار! ہمارے نور کو کامل فرما

کہ پل صراط کا گذرنا ہم پر آسان ہو جائے۔ اور ہمارے گناہوں کو بخشدے تو ہر شے پر قادر ہے۔ بھلا یہ

آیت تکمیلِ مدارجِ بہشت سے کیسے متعلق ہو سکتی ہے

شاہ عبد القادر صاحب کی شرح آیت مذکور ملاحظہ ہو۔

اس دن جس دن شرمندہ نکرے گا خدائے تعالیٰ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو یعنی جن کو بخشوا دیگا پھر وہ کیسا ہی

گنہ گار ہو خدائے تعالیٰ ان کی خاطر سے مقرر بخشے گا۔۔۔۔ کہیں گے اے پروردگار! ہمارے پورا کر ہم پر نور ہمارا۔

یعنی جب تک پلصراط سے گذریں ہم یہ روشنی ہمارے ساتھ رہے اور بخش گناہ ہمارے بیشک تو سب چیزوں پر

قدرت رکھتا ہے۔ اور سب کچھ کر سکتا ہے (موضح القرآن منزل ہفتم صہ ۹)

تفسیر رازی میں ہے۔

یوم لا یخزی اللہ النبی ای لا یخزیہ	یوم لا یخزی اللہ النبی سے مراد ہے کہ اللہ نبی کی
فی رد الشفاعۃ ۔۔۔۔ یقولون ربنا	شفاعت مسترد کر کے اس کو رسوا نہ کرے گا،
اتمم لنا نورنا واغفر لنا۔ قال ابن	ابن عباس کا قول ہے کہ یقولون ربنا اتمم لنا

عباس یقولون ذلک عند اطفاء
نور المنافقین اشفاقا.... وقیل
السابقون الی الجنة یمرون مثل
البرق علی الصراط وبعضهم کالریح
وبعضهم حبوا و زحفا فهم الذین
یقولون ربنا اتمم لنا نورنا۔
(کبیر ج ۸ ص ۲۳۶)

نور ربنا واغفر لنا" مومن اس وقت کہیں گے
کہ جب منافقوں کا نور بجھ جائیگا اور ان کے نور
بجھنے کا بھی خطرہ ہوگا... کہا گیا ہے کہ سابقون
جنت کی طرف بجلی کی طرح گذر جائیگی صراط پر سے اور
بعض ہوا کی طرح اور بعض رُکتے اور گھسٹتے ہوئے
یہی لوگ ہیں جو کہیں گے یقولون ربنا اتمم لنا
نور ربنا۔

امام ابن جریر طبری میں لکھتے ہیں۔

یقول جل ثناءہ مخبراً عن قیل
المومنین یوم القیامة یقولون
ربنا اتمم لنا نورنا یسألون ربهم
لا یبقی نورهم فلا یطفئه حتی
یجوزوا الصراط وذلک حین یقول
المنافقون والمنافقات للذین
امنوا انظرونا نقتبس من نورکم
(طبری ۲۸)

اللہ جل ثناؤہٗ قیامت کے دن کے قول مومنین
کی خبر دیتا ہے کہ وہ کہیں گے ربنا اتمم لنا
نورنا' اپنے رب سے سوال کرینگے کہ ان کے
نور کو قائم رکھے اور بجھنے نہ دے تاکہ وہ صراط
کو پار کر جائیں اور یہ اسوقت کا قول ہے جبکہ
منافقین اور منافقات مومنین سے کہیں گے کہ تم
ہم کو اجازت دو کہ ہم تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں

کلام اللہ العظیم کو استدلالاً پیش کرنا کوئی گناہ نہیں اس سے زیادہ اور پختہ ثبوت ایک مسلمان کے لئے کیا ہو سکتا ہے۔ مگر قرآن اپنا وقار ضرور چاہتا ہے۔ منافقین کی طرح "لا تقربوا الصلوٰۃ" کی صدا اسکے لئے سم قاتل ہے اسکی خفگی بہت سخت ہوتی ہے اس کا صنف خوب سلتا ہے ڈھیل پڑ ڈھیل ہے کچھ پوچھ نہیں اور پوچھنے پڑ آئے تو پوری طرح پوچھ لیا۔ بھلا بتائیے انکا تعلق بہشت سے کیا جبکہ آغاز ہی میں "یوم" کا لفظ موجود ہے۔ اور "اغفر لنا" کہا جا رہا ہے۔ مگر ہے ایک عادت۔

سید صاحب آیات ذیل سے نعمتہائے بہشت کو دنیاوی اشیا کے مماثل تصور نہیں کرتے اور ان کو استعارہ اور تشبیہ ثابت کرنا چاہتے ہیں،

وبشر الذین امنوا وعملوا الصلحت	اور ان کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔ یہ
ان لھم جنت تجری من تحتھا الانھر	خوشخبری سنا کہ ان کے لئے وہ باغ ہیں جن کے
کلما رزقوا منھا من ثمرۃ رزقا	نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ جب ان باغوں سے کوئی
قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل	پھل دیے جائیں گے کہیں گے کہ یہ وہی ہے جو اس
واتوا بہ متشابھا ولھم فیھا	سے پہلے ہم کو دیا گیا تھا اور وہ اس کو ایک دوسرے
ازواج مطھرۃ وھم فیھا	کے مشابہ پایا جائیگا اور ان باغوں میں انکی صاف ستھری
خلدون۔ ان اللہ لا یستحی	بیویاں ہوں گی اور وہ ان میں رہا کریں گے بے شبہ
ان یضرب مثلا ما بعوضۃ	خدا اس سے شرمندہ نہیں کہ وہ ایک مچھر کی یا اس سے
فما فوقھا۔ (بقرہ ۳)	بھی کم رتبہ چیز کی مثال بیان کرے،

اور ان آیات کا یہ مفہوم لیتے ہیں۔

ان آیات کے سباق وسیاق اور نظم وترتیب پر لحاظ کر کے میرے ذہن میں یہی معنے آتے ہیں کہ ان میں دنیاوی الفاظ اور ان کے اخروی مفہوم کے درمیان تشابہ کا بیان ہے۔ ورنہ حقیقت کی رو سے ان الفاظ کی دنیاوی ولغوی معانی اور اخروی معنوں میں وہی نسبت ہے جو مچھر اور کسی عظیم الجثہ شے کے درمیان ہو سکتی ہے۔ (سیرۃ جلد ۴ ص ۶۳۷)

آیت وبشر الذین امنوا وعملوا الصلحت تا ھم فیھا خلدون کے مفہوم سے ہم کو کوئی غرض نہیں البتہ آخری آیت ان اللہ لا یستحی ان یضرب الخ کو پہلی آیت وبشر الذین سے وابستہ کرنے پر اعتراض ہے ان اللہ لا یستحی الخ تو کفار کے ان اعتراض کا جواب ہے جبکہ یہ آیات نازل ہوئیں۔

مثل الذین اتخذوا من دون اللہ
اولیاء کمثل العنکبوت ۔ اتخذت
بیتا وان اوھن البیوت لبیت
العنکبوت۔

جن لوگوں نے خدا کے علاوہ اور کارساز تجویز کر
رکھے ہیں ان لوگوں کی مثال مکڑی کی سی ہے
جس نے ایک گھر بنایا اور لاریب سب گھروں
میں زیادہ بودا گھر مکڑی کا ہوتا ہے۔

ان الذین تدعون من دون اللہ
لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ
وان یسلبھم الذباب شیئا لا
یستنقذوہ منہ ط ضعف
الطالب والمطلوب (الحج ۱۰)

لاریب تم اگر خدا کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے
ہو وہ ایک مکھی تک تو پیدا نہیں کر سکتے گو سب کے
سب بھی جمع ہو جائیں، اور اگر ان سے مکھی
چھین کر لیجائے تو اس کو چھڑا نہیں سکتے: ایسا
عابد لچر اور معبود بھی لچر۔

تو کفار نے کہا کہ خدا کے کلام میں مکڑی، مکھی جیسی حقیر و خسیس اشیاء کا ذکر ا ہرگز نہیں ایسا
کلام خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔ تب ارشاد ہوا۔

ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلا
ما بعوضۃ فما فوقھا

باری تعالیٰ مچھر یا اس سے فائق چیز یعنی مکڑی
مکھی کی تمثیل بیان کرنے سے نہیں شرماتا۔

اس آیت کا اول کی جنت والی آیت سے نہ کوئی تعلق ہے اور نہ سامان بہشت کے۔ تشبیہ
و استعارہ سے کوئی علاقہ

شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی کی تفسیر موضح القرآن ملاحظہ ہو۔

(۱) ان اللہ لا یستحی تا فوقھا۔ بیشک خدا تعالیٰ نہیں شرماتا اور کسی کا ملاحظہ نہیں اس کو بیان
کرے مثل کوئی مچھر کے جو ذرا سا ہے یا اس سے بڑی کی جو مکھی یا مکڑی ہو جس کی مثل چاہے
کہے مختار ہے۔ فائدہ کہتے ہیں یہودی جو قرآن میں مکھی اور مکڑی کا ذکر اور مثل سنتے تو ہنس کر

کہتے آپس میں کہ ایسی باتیں خدا کے کلام میں نہیں ہوتیں اسواسطے یہ روایت اتریں ۔[له]

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

(۲) تقریر معارضہ از طرف کافران کہ در ابطال حقیقت قرآن می گفتند آنست کہ ہرچند ما از مقابلہ قرآن وتتبع آں عاجز ایم وایں دلیل آنست کہ ایں کلام کلام بشری نیست کلام الٰہی است لیکن ما را دلیلے دیگر ہست بر آنکہ ایں کلام کلام الٰہی نیست وآں آنست کہ بزرگان در سخنہائے خود از ذکر اشیاء حقیر اجتناب میکنند وامثال خسیسہ را در کلام خود نمی آرند حق تعالےٰ بزرگ ترین بزرگان است چرا در کلام خود ذکر "مگس" وعنکبوت فرمودہ است۔ در آخر سورۂ حج وا وسط سورۂ عنکبوت برائے تحقیر اصنام وعابدان اینہا پس ذکر ایں چیزہا دلالت میکند بر آنکہ ایں کلام کلام الٰہی نیست زیراکہ لایق بعظمت او تعالیٰ نیست وتقریر جواب ایں معارضہ آنست کہ ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلا ما یعنی بتحقیق خدا تعالیٰ شرم نمیکند از آنکہ بیان کند در کلام خود مثلے را ہرچہ کہ باشد خواہ حقیر باشد خواہ خطیر زیراکہ غرض از تمثیل آنست کہ معنی معقول گاہے بسبب منازعت واہمہ درا دراکہ آں بخوبی ذہن نشین نمی شود چوں آں معقول را درصورت محسوسہ جلوہ گر نمایند از کشاکش وہم خلاصی حاصل آید وادراک آں معنی معقول بکمال وضوح دست دہد ودریں غرض حقارت وعظمت آنچہ او را مقام تمثیل آرند برابراست ۔[ٮه]

امام رازی لکھتے ہیں۔

(۳) وتقریر الشبھۃ انہ جاء فی القرآن ذکر النحل والذباب والعنکبوت والنمل وھذہ الاشیاء لا یلیق

اور اعتراض کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن میں شہد کی مکھی اور مکھی و مکڑی اور چیونٹی کا ذکر آیا ہے اور یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن کا ذکر فصحا کے کلام میں مناسب نہیں،

له موضح القرآن منزل اول صفحہ ۹ ٮه تفسیر عزیزی ص۲۳۱

ذکرھا بکلام فصحاء فاشتمال القرآن
علیھا یقدح فی فصاحتہ فضلا عن
کونہ معجزاً فاجاب اللہ تعالیٰ
عنہ بان صغر ھذہ الاشیاء
لا یقدح فی الفصاحۃ اذا کان ذکرھا
مشتملا علی حکم بالغۃ [1]

اس لئے قرآن کا ان چیزوں پر شامل ہونا اسکی
فصاحت میں خلل انداز ہے۔ چہ جائیکہ وہ معجزہ
ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہ دیا کہ ان
اشیاء کی حقارت فصاحت میں مخل نہیں ہے
جبکہ ان کا ذکر بڑی بڑی حکمتوں پر شامل ہے

٭

تفسیر کشاف میں ہے۔

(۴) ان اللہ لا یستحی۔ ای لا یترک
ضرب المثل بالبعوضۃ ترک
من یستحی ان یتمثل بھا لحقارتھا
ویجوز ان تقع ھذہ العبارۃ فی کلام
الکفرۃ فقالوا اما یستحی رب محمد
ان یضرب مثلا بالذباب والعنکبوت
فجاءت علی سبیل المقابلۃ واطباق
الجواب علی السوال [2]

یعنی اللہ تعالیٰ نہیں چھوڑتا مچھر کی مثال بیان کرنا
جیسے کہ وہ شخص اسکی مثال بیان کرنی چھوڑ دیتا ہے
جو اس کو حقیر سمجھتا ہے۔ اور جائز ہے کہ یہ عبارت
کافروں کے کلام میں واقع ہو۔ کہ انہوں نے کہا
کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رب اس بات سے شرماتا
نہیں کہ وہ مکھی اور مکڑی کی مثالیں بیان کرتا ہے
تو یہ آیت بطور مقابلہ اور سوال اور جواب کے
مطابقت کے لئے آئی۔

تفسیر خازن دیکھئے۔

(۵) ان اللہ لا یستحی تا قوفھا سبب
نزول ھذہ الآیۃ ان اللہ تعالیٰ لما
ضرب المثل بالذباب والعنکبوت

اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
جب مثال مکھی اور مکڑی کی بیان کی اور شہد کی
مکھی اور چیونٹی کا ذکر کیا تو یہود نے کہا کہ ان سیں

---

[1] تفسیر کبیر جلد اول ص ۳۲۹ ـ [2] کشاف اول ۲۰۳

وذکر النحل والنمل قالت الیهود
ما اراد الله بذکر هذه الاشیاء
الخسیسة وقیل قال المشرکون
انا لا نعبد الٰهاً یذکر هذه الاشیاء
وذلک لان الکفار والیهود کانوا
متفقین علی ایذاء رسول الله
صلی الله علیه وسلم فقالوا
ذلک فانزل الله تعالیٰ ان الله
لا یستحیی الآیة [1]

اشیاء کے ذکر سے خدا کا کیا مقصود ہے
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مشرکوں نے کہا کہ ہم ایسے
معبود کو نہیں پوجیں گے جو ان چیزوں کا ذکر کرتا
ہے۔ اس لئے کہ کفار اور یہود رسول اللہ کی
ایذا دہی پر متفق تھے تو جب انہوں نے یہ بات
کہی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ ان اللہ
لا یستحیی ......

علامہ عبداللہ تفسیر مدارک میں لکھتے ہیں۔

(۶) ویجوز ان تقع هذه العبارة
فی کلام الکفرة فقالوا اما یستحیی
رب محمد ان یضرب مثلا بالذباب
والعنکبوت فجاءت علی سبیل
المقابلة واطباق الجواب علی السؤال [2]

اور جائز ہے کہ یہ عبارت کافروں کے کلام میں
واقع ہو جبکہ انہوں نے کہا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ
وسلم) کا رب اس بات سے شرماتا نہیں کہ وہ مکھی
اور مکڑی کی مثالیں بیان کرتا ہے تو یہ آیت بطور
مقابلہ اور سوال اور جواب کے مطابقت کیلئے آئی۔

تفسیر مظہری میں شرح آیت مذکور پڑھیے۔

(۷) قال المنافقون الله اعلیٰ واجل
من ان یضرب هذه الامثال فانزل الله
سبحانه ان الله لا یستحیی ان یضرب مثلا ما بعوضة [3]

منافقوں نے کہا کہ اللہ اس سے برتر ہے کہ یہ مثال
بیان کرے سو اللہ نے اتارا۔ ان اللہ لا یستحیی
ان یضرب مثلا ما بعوضہ

[1] خازن جلد اول ص ۳۳ [2] حاشیہ مدارک جلد اول ص ۳۳۔ [3] تفسیر مظہری جلد اول ص ۳۱

تفسیر طبری میں ہے۔

(۸) لما ضرب الله هذين المثلين للمنافقين يعني قوله تعالى مثلهم كمثل الذي استوقد نارا وقوله او كصيب من السماء الآيات الثلاث قال المنافقون الله اعلى واجل من ان يضرب هذه الامثال فانزل الله ان الله لا يستحي الخ[۵۲]

جب اللہ نے منافقوں کے لئے مثلہم کمثل الذی استوقد نارا، اور او کصیب من السماء" کی مثالیں بیان کیں تو منافقوں نے کہا کہ اللہ کا رتبہ اس سے بلند ہے کہ وہ اس قسم کی مثالیں بیان فرمائے اس پر اللہ نے آیت "ان اللہ لا یستحی" نازل فرمائی۔

باقی ماندہ کل تفاسیر میں بھی آیت مذکور کو "منافقوں کے جواب سے" ملحق کیا ہے۔ حوالے لکھے جاتے ہیں

(۹) ابن کثیر حاشیہ فتح البیان جلد اول
(۱۰) فتح البیان جلد اول
(۱۱) جلالین شریف
(۱۲) حسینی ص۵ اول جلد
(۱۳) درّالاسرار اول ص۷
(۱۴) سراج المنیر اول ص۳۳
(۱۵) تاج التفاسیر اول ص۷
(۱٦) مراح لبید اول ص۷
(۱۷) جامع البیان ص۹
(۱۸) دُرمنثور اول ص۳۱
(۱۹) روح المعانی اول ص۱۷۲
(۲۰) ابن عباس حاشیہ درمنثور اول ص۱۵
(۲۱) تنظیم الجواہر (قلمی) ص۱۵۲
(۲۲) بیضاوی جلد اول ص۵۱

دیکھا آپ نے آیت مذکور کا تعلق جنت سے کس قدر ہے!!!

اس میل ملاپ اور چھپا چاپی سے مطلب برآری کچھ زیب نہیں دیتی۔ یہ بھان متی کا تماشہ کہیں کی

---

۵۲ طبری جلد اول ص۱۳٦

اینٹ کہیں کا روڑا۔ تاریخ ہی کے لئے موزوں ہے۔ جوہر تحقیق و تدقیق وہیں دکھائے جا سکتے ہیں۔ دکھائیے۔ اس راہ میں تو قدم پھونک پھونک کر رکھنا ہی مناسب ہے۔ اور انسب تو یہی ہے کہ محقق و مورخ یہ گمان خود محقق و مورخ ہی ہے۔ ورنہ یہ کلام الٰہی سے محققانہ و مورخانہ چھیڑ چھاڑ بھاڑ بھون دیگی۔

سید صاحب کا خیال ہے کہ دوزخ دائمی نہیں بلکہ فانی ہے۔ ثبوت میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

لابثین فیہا احقابا (نبا) وہ دوزخ میں صدہا سال ٹھیریں گے

صدہا سال کی مدت کسی قدر بڑی ہو پھر بھی ان کا خاتمہ ہے (سیرۃ جلد چہارم ص ۶۰ و ۶۱)

احقاب کے معنے معینہ و انتہائی مدت نہیں بلکہ مدت لا متناہی ہے۔ اکثر چیزوں، دنوں، روپوں کی لا انتہا زیادتی سے عاجز آ کر ان کو پدموں، سنکھوں اور مہاسنکھوں سے تعبیر کرتے ہیں جس سے مراد ان کی تعداد کو محدود کرنا نہیں بلکہ غیر محدود اور تعداد کی قید سے آزاد کرنا ہوتا ہے۔ ایک لغت داں اس کے محل استعمال سے ناواقف ہے مگر ایک اہل زبان خوب سمجھتا اور خوب جانتا ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ لفظ احقاب اس صفت کے ساتھ موصوف ہے جو آگے آتی ہے۔

لایذوقون فیہا برداولا شرابا (النبا) وہاں نہ کچھ ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ کچھ پینے کا

گویا یہ مدت (احقاب) دراز صرف عذاب آتش کی ہے نہ کہ عذاب کل کی، اس کے بعد طبقہ زمہریر ہے۔ غرض اسی طرح ابدالاباد تک سلسلہ عذاب جاری رہیگا۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی شرح آیت مذکور ملاحظہ ہو۔

(۱) درنگ کنندوراں دوزخ "قرنہائے بے شمار" واز ہلال ہجری منقول است کہ از حضرت امیرالمومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ معنی احقاب پرسیدہ بودہ، فرمودند کہ ہر حقبہ ہفتاد ہزار

سال است، و ہر سال دوازدہ ماہ باشد، و ہر ماہ سی روز و ہر روز برابر سال دنیا۔ و بعضے از نادان
درین آیت از راہ غلط فہمی گویند کہ این مخالف دوام خلود عذاب است، کہ از آیت ہائے دیگر معلوم
میشود کہ مراد احقاب غیر متناہیہ اند۔ و این نادان را تناہی مدت حقبہ با تناہی احقاب مشتبہ میشود
نمی فہمند کہ تناہی حقبہ واحدہ موجب تناہی احقاب نمی تواند شد۔ و بعضے مفسرین گفتہ اند کہ درین
آیت منظور بیان مدت لبث دوزخیان در دوزخ نیست بلکہ منظور بیان آنست کہ مدت بقائے
دوزخیان را در دوزخ تعدیہ بحقبہ ہا نمایند نہ بہ شمار قرنہا و سالہا، و ماہ ہا و روز ہا، و ساعت ہا
زیرا کہ اگر مدت درنگ کم می باشد او را بساعت شمار می کنند، و چوں از اں زیادہ شود بروز ہا می
شمارند، و چوں از اں ہم زیادہ شود بماہ ہا شمار کنند و چوں از اں زیادہ شود بسالہا، بعد از اں
بقرنہا۔ و چوں بے نہایت شود بحقبہ ہا چنانچہ مال قلیل را روپیہ ہا شمار می کنند۔ و چوں از اں
زیادہ شود بہ پنجہ ہا و شش ہا و چوں از اں ہم زیادہ شود بصد ہا و ہزار ہا و چوں شمار نیاید
بلکوک و کرور ہا تعبیر نمایند

فرا گفتہ است کہ احقابا موصوف است بصفتے کہ بیایدیعنے لا یذوقون فیھا بردا ولا شرابا
یعنی نخواہند چشید دراں مدت سردی را و آشامیدنے را کہ فی الجملہ بہ سیدن ہوائے سرد از بیرون تربت
سرد از درون تخفیفے در عذاب سوختن حاصل کنند چنانچہ در دنیا تب زدہ را ایں تخفیف می شود پس گویا
چنیں ارشاد شد کہ دریں مدت دراز اصلا نام سردی نخواہند یافت و بعد از اں ایشان را در طبقۂ زمہریر برند،
بعذاب سردی معذب کنند تا آنکہ رگ و پے ایشان بسبب سردی مفرط منجمد گردد باز در آتش دوزخ بیارند و سوختن
عذاب کنند تا ہماں کہ سابق کردہ بودند ہمیں تیرہ ابد الآبادین در عذاب مانند گاہے بگرمی گاہے بہ سردی[1]
شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی کی تفسیر موضح القرآن دیکھیے۔
رہیں گے اس دوزخ میں وہ سرکش "بے نہایت برسوں" کہتے ہیں کہ چالیس حقاب ہیں اور ہر ایک حقبہ تر خریف کا ہر اور
ہر خریف ستّا سو برس کی ہو اور ہر برس تین سو ساٹھ دن کا اور ہر دن ہزار برس دنیا کا ہے غرض کافر ہمیشہ دوزخ میں جلیں گے[2]

[1] فتح العزیز پارہ عم ص ۱۲، [2] موضح القرآن منزل ۷، ص ۱۳۶

تفسیر رازی میں ہے

ان لفظ الاحقاب لا یدل علی مضی
حقب لہ نھایۃ وانما الحقب لو لحد منتہ
والمعنی انھم یلبثون فیھا احقابا کلما
مضی حقب تبعہ حقب اخر وھکذا
الی الابد۔

(کبیرہ صـ۳۲۷)

احقاب کا لفظ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ ایسا کوئی
حقب اگر گزر جائے گا جس کی انتہا ہو جائیگی۔ کیونکہ
ایک حقب تو آخر ختم ہوتا ہی ہے بلکہ معنی یہ ہیں
کہ جب اس میں احقاب گذرتے رہینگے تو اسکے
بعد دوسرے احقاب آتے رہینگے اور یہی سلسلہ
ابد تک رہیگا۔

علامہ ابی السعود فرماتے ہیں۔

(ھو) متتابعہ کلما مضی حقب
تبعہ حقب اخر الی غیر نھایۃ فان الحقب
لا یکاد یستعمل الا حیث یراد تتابع
الازمنۃ وتوالیھا فلیس فیہ ما یدل
علی تناھی تلک الاحقاب

یعنے پے در پے زمانے جب ایک حقب گزر جائے گا
تو اسکے بعد ایک حقب آئیگا لا انتہا تک کیونکہ حقب کا
استعمال اسی پر ہوتا ہے جہاں زمانہ کا تسلسل اور پے
در پے آنا مراد ہو اور اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں
جو ان احقاب کی انتہا پر دلالت کرتا ہو۔

علامہ عبداللہ تفسیر مدارک میں لکھتے ہیں۔

(احقابا) ظرف جمع حقب وھو الدھر لم
یرد بہ عدد محصور بل الابد
کلما مضی حقب تبعہ اخر الی
غیر نھایۃ

(احقابا) ظرف ہے حقب کی جمع، الدھر وہ زمانہ ہے
اور اس سے کوئی منتہائی عدد مراد نہیں ہے بلکہ
ابد۔ جب ایک حقب گزر جائے گا تو اس کے بعد
دوسرا حقب آجائے گا لا انتہا تک

خازن ملاحظہ ہو۔

فوالله ماهو الا انه اذا امضى حقب دخل حقب ثم اخر الى الابد۔ فليس للاحقاب عدة الا الخلود[1]

خدا کی قسم اس کے معنی کچھ نہیں ہے بجز اس کے کہ ایک حقب گزر جائے گا تو دوسرا حقب آ جائیگا پھر تیسرا ابد تک۔ یعنی احقاب کا کوئی شمار نہیں ہے

سراج المنیر دیکھیے

وقال الحسن ان الله تعالى لم يجعل لاهل النار مدة بل قال لابثين فيها احقابا فوالله ماهو الا انه اذا امضى حقب دخل اخر الى الابد فليس للاحقاب عدة الا الخلود[2]

اور حسن (بصری) نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل نار کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں فرمائی بلکہ لابثین فیہا احقابا کہا سو خدا کی قسم اور کچھ نہیں بجز اسکے کہ جب ایک حقب گزر جائے گا تو دوسرا حقب آ جائے گا ابد تک لہٰذا احقاب کا کوئی شمار نہیں بجز خلود کے۔

اور تفاسیر دیکھیے اجمالاً حوالے کافی ہونگے

(۹) تفسیر کشاف جلد دویم ۵۱۸ (۱۰) تفسیر حسینی جلد دویم ۴۴۵ (۱۱) جلالین شریف ۴۷۵

(۱۲) بیضاوی جلد سویم ۴۰۵ (۱۳) تنظیم الجواہر (قلمی) ۵۹۲ (۱۴) فتح البیان جلد دہم ۱۷۳

(۱۵) جامع البیان ۵۰۱ (۱۶) تیسیر الرحمن جلد دویم ۳۸۵ (۱۷) مراح لبید جلد دویم

(۱۸) مراۃ القرآن ۱۷ (۱۹) تاج التفاسیر ۲۲۲ (۲۰) درالاسرار دویم ۳۹۰

بہرکیف مفسرین کبار کی توضیحاتِ بالا کے بعد جو فیصلہ کیا جائے وہ صحیح و احسن ہے۔

ایک اور دلیل سنئے۔ بعض آیات میں اہل جنت کی راحت کو ابدی کہا گیا ہے لیکن اہل دوزخ کے مدت عذاب میں بمقابلہ اہل جنت کے کہیں کچھ کمی اور کہیں کچھ خاموشی اختیار کی گئی ہے۔ خاموشی کیوں برتی گئی؟ سید صاحب کا جواب یہ ہے کہ دوزخ کے دائمی اور لازوال ہونے میں کچھ شک ہے اس لئے فرماتے ہیں۔

---

[1] خازن جلد ۴ صفحہ ۳۱۷ [2] سراج المنیر جلد ۴ صفحہ ۴۷۳

ایک مقام پر خاص طور سے مشرکین کا نام لے کر اس طرح فرمایا گیا۔

ان الذین کفروا من اھل الکتٰب و المشرکین فی نار جھنم خالدین فیھا ط اولٰئک ھم شر البریۃ ط ان الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت اولٰئک ھم خیر البریۃ ط جزاءھم عند ربھم جنٰت عدن تجری من تحتہا الانھر خٰلدین فیھا ابدا (بینہ)

بیشک اہل کتاب اور مشرکوں میں سے جنہوں نے کفر کیا وہ جہنم کی آگ میں (خالد) پڑے رہیں یہ بدترین لوگ ہیں بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ بہترین لوگ ہیں ان کی جزا ان کے پروردگار کے نزدیک بسنے کے باغ ہیں جن میں نہریں بہتی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ (خالد) رہیں گے۔

دیکھو کہ اس میں اہل دوزخ کے مقابلہ میں اہل جنت کے دوام کی کتنی تاکید ہے پہلے عدن فرمایا جس کے معنی قیام اور بسنے کے ہیں پھر خالدین کہا کہ وہ اس میں رہا کریں گے بعد ازیں ابدا فرمایا کہ وہ جنت میں ابدی طور پر قیام کریں گے۔

اسی طرح ایک سورت میں ہے۔

ویدخلہ جنٰت تجری من تحتہا الانھر خالدین فیھا ابدا ذٰلک الفوز العظیم والذین کفروا وکذبوا بایٰتنا اولٰئک اصحٰب النار خٰلدین فیھا وبئس المصیر (تغابن)

اور اس کو ان باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہونگی جن میں وہ ہمیشہ رہا کرینگے اور وہی بڑی کامیابی ہے اور جنہوں نے انکار کیا اور ہماری باتوں کو جھٹلا دیا وہی دوزخ والے ہیں اور اس میں رہا کریں گے اور بری جگہ ہے

تقابلاً دونوں میں خالدین رہا کریں گے اور خالدین فیہا ابدا (ہمیشہ رہا کرینگے کا فرق کتنا نمایاں ہے کہیں یہ کہا گیا ہے کہ کفار کے عذاب میں مدت کے تعین سے سرے سے خاموشی برتی گئی ہے اور جنت میں خلود کی تصریح فرما دی گئی ہے مثلاً۔

یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ۔	جسدن کچھ منہ سپید ہونگے اور کچھ سیاہ، تو جو سیاہ
فاما الذین اسودت وجوھھم اکفرتم	ہوئے تو کیا ایمان کے بعد کافر ہو گئے تھے تو اپنے کفر
بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بما کنتم	کی پاداش میں عذاب کا مزہ چکھو۔ اور جس کے
تکفرون واما الذین ابیضت وجوھھم	منہ سپید ہوئے تو وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے
ففی رحمۃ اللہ ھم فیھا خالدون (آل عمران)	اور اس رحمت میں سدا رہیں گے۔

آیت بالا میں عذاب کے ذکر میں مدت کی تصریح سے سراسر خاموشی ہے اور رحمت کے ذکر میں خلود کی تصریح تمام ہے۔ (سیرۃ جلد چہارم صفحہ ۱۱۶)

اس کے معنے تو یہ ہوئے کہ اگر کہیں آیات قرآنی میں بمقابلہ اہل دوزخ کے اہل جنت کی مدت راحت کی تعین میں خاموشی اختیار کی جائے تو اس کے ابدی ہونے میں بھی شک کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ ایسی آیات بھی قرآن عزیز میں موجود ہیں۔ فرمایا:۔

(۱) ان اللہ لعن الکفرین واعد لھم سعیرا	بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں کو رحمت سے دور
خلدین فیھا ابدا لا یجدون ولیا ولا نصیرا	رکھا ہے اور انکے لئے آتش سوزاں ہے جس میں
یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا	وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ
قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم ویغفر	کوئی معاون اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور
لکم ذنوبکم ومن یطع اللہ ورسولہ	سچی بات کہو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو قبول
فقد فاز فوزا عظیما۔	کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کرے گا اور جو شخص
(احزاب ۸-۹)	اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ
....	بڑی کامیابی کو پہنچیگا۔

مدت راحت میں خاموشی! اور ذکر عذاب میں خالدین کہا پھر ابدا فرمایا۔

(۲) فمن تبع هدای فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون والذین کفروا وکذبوا بآیتنا اولئک اصحب النار هم فیها خلدون۔ (بقرہ)

جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو اس پر کچھ اندیشہ نہ ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے اور جو لوگ کفر کرینگے اور تکذیب کریں گے ہمارے احکام کی یہ لوگ ہونگے دوزخی اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(۳) ذلک جزاء اعداء اللہ النار لهم فیها دار الخلد جزاء بما کانوا بآیتنا یجحدون ..... ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیهم الملئکة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون (حم السجدة ۴)

یہی سزا ہے اللہ کے دشمنوں کی یعنی دوزخ ان کے لئے دوزخ ہمیشگی کا مقام ہے اس بات کے بدلے میں کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے جن لوگوں نے اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر قایم رہے اپر فرشتے اتریںگے۔ کہ تم اندیشہ نہ کرو نہ رنج کرو اور تم جنت پر خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا

(۴) الا الذین تابوا واصلحوا وبینوا فاولئک اتوب علیهم وانا التواب الرحیم۔ ان الذین کفروا وماتوا وهم کفار اولئک علیهم لعنة اللہ والملئکة والناس اجمعین خالدین فیها لا یخفف عنهم العذاب ولا هم ینظرون۔

(بقرہ ۱۹)

مگر جو لوگ توبہ کرلیں اور صلح کریں اور ان مضامین کو ظاہر کردیں تو ایسے لوگوں پر متوجہ کرتا ہوں اور میری عادت توبہ قبول کرلینا اور مہربانی فرمانا ہے البتہ جو لوگ اسلام نہ لاویں اور اسی حالت غیر اسلام پر مرجاویں ایسے لوگوں پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی سب کی ہمیشہ اسی میں رہیں گے ان سے عذاب ہلکا نہ ہونے پاویگا اور نہ مہلت دی جائے گی۔

(۵) فادخلوا ابواب جهنم خالدین فلبئس

سو دوزخ کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ اور اس

مثوی المتکبرین ۔ وقیل
للذین اتقوا ماذا انزل ربکم
قالوا خیرا۔ للذین احسنوا
فی ھذہ الدنیا حسنۃ ط
ولدار الاخرۃ خیر ط
ولنعم دار المتقین ۔ ط
جنت عدن یدخلونھا
تجری من تحتھا الانھر لھم فیھا
ما یشاءون۔ کذلک یجزی اللہ
المتقین (النحل ۴)

میں ہمیشہ ہمیشہ رہو غرض تکبر کرنے والوں کا یہ برا
ٹھکانا ہے۔ جو لوگ شرک سے احتراز کرتے ہیں ان
سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے معبود نے کیا چیز نازل فرمائی
ہے وہ کہتے ہیں بڑی چیز نازل فرمائی۔ جن لوگوں نے
نیک کام کئے ہیں ان کے لئے اس دنیا میں بڑی بھلائی
ہے اور عالم آخرت تو اور زیادہ بہتر ہے اور واقعی وہ
متقیوں کے واسطے اچھا گھر ہے وہ گھر رہنے کے
باغ ہیں جنمیں یہ داخل ہونگے ان باغیچوں کے نیچے
نہریں جاری ہونگی جس چیز کو جی چاہے گا وہاں انکو
وہ ملے گی اسی طرح کا عوض اللہ تعالیٰ متقیوں کو دیگا

(۶) یضعف لہ العذاب یوم القیمۃ
ویخلد فیہ مھانا الا من تاب وامن
وعمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ
سیئاتھم حسنت وکان اللہ غفورا
رحیما۔ (الفرقان ۶)

قیامت کے روز اس کا عذاب بڑھتا چلا جائیگا اور
اس میں ہمیشہ ذلیل ہو کر رہے گا مگر جو توبہ کرلے اور
ایمان لے آوے اور نیک کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ
ایسے لوگوں کے گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرمائے
گا اور اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔"

ان آیتوں میں بھی عذاب کو جاوید و خالد کہا اور مدت راحت میں سکوت تو اب بہشت کی ابدیت سے بھی ہاتھ دھولینا چاہیئے لیکن نہیں خطیب یا ادیب "مسجع و مردف معانی" کا پابند نہیں ہو سکتا ہر موقع ہر محل پر اگر وہ ایسا کرے تو اثر کیا خاک رہے ۔ عبارت نہ مضحکہ خیز نہ ہو جائے ۔ اور "اظہار" تو خود فنا کر دیتا ہے "ہستی سکوت" کو "سکوت کی حیثیت کیا! اور "آیات سکوت" سے صرف "دوزخ" کی ابدیت میں شک کرنا کیا معنی؟

سید صاحب آیت ذیل سے مشرکین کے عذاب کو منقطع و مختتم ثابت کرنا چاہتے ہیں

خالدین فیہا ما دامت السمٰوٰت والارض — وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم

الا ما شاء ربک ان ربک فعال لما یرید (ھود ۱۱) — ہیں لیکن یہ کہ جو تیرا رب چاہے بیشک جو تیرا رب چاہتا ہے کرتا ہے

اور اس آیت کا مفہوم لیتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے ان (جہنمیوں) کے حق میں اپنی مشیت کو عذاب کی انتہا بتایا ہے (سیرۃ النبی جلد چہارم ۴۹)

حالانکہ یہ آیت متشابہ ہے نہیں کہا جا سکتا کہ مشیت ایزدی کیا ہو اسمیں دخیل ہونا اور جہنم کی صرف انتہا پر دلالت کرنا صریحًا غلطی ہے البتہ نصوص قطعی کے ماتحت مفسرین و محدثین نے آیت مذکور کا یہی مطلب سمجھا ہے کہ دوزخ کی ابدیت میں اس سے کوئی فرق نہیں آتا اور جہنم دائمی ہے۔

شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

رہیں گے بیچ آگ کے ہمیشہ جب تلک آسمان و زمین برجا ہے یہ کلمہ بیچ عرف کے عبارت تائید و تخلید کہ بمعنی ہمیشگی کے ہیں دوزخیوں کے ساتھ ہمیشگی آسمان و زمین کے ہے اس واسطے آیتیں دلالت کرنیوالیں اوپر ہمیشگی اہل نار کے اور قطع ہونے ہمیشگی زمین و آسمان کے وارد ہیں پس اعتقاد چاہئے کیا کہ کافر بدبخت عبادت اُن سے ہے ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ مگر جو کچھ چاہے پروردگار تیرا کہ ان کو عذاب آگ دوزخ کی سے بیچ آگ زمہریر کے معذب کرے یا عذاب اور سوائے عذاب آگ کے اسواسطے کہ دوزخ کا عذاب طرح طرح کا ہے ایک انہیں سے یہ ہے کہ آگ سے عذاب کرے پس مراد خلود ہوے عذاب سے نہ مراد خلود دوزخ سے تحقیق کہ پروردگار تیرا کرنیوالا ہے جس کو چاہے انواع عذاب کرنیسے (موضح القرآن منزل ۳-۳)

تفسیر رازی میں ہے

واما الجمہور الاعظم من الامۃ فقد اتفقوا — امت کے جمہور عام نے اس بات پر اتفاق کیا ہے

علی ان عذاب الکفار دائم (جلد ۵ ص۱۳۵) ابی السعود دیکھئے

انهم مستمرون فی النار فی جمیع الازمنة فی زمان
مشیئة الله تعالیٰ لعدم قرارهم فیها اواذ لا امکان
لتلك المشیئة ولا لزمانها بحکم النصوص
القاطعة الموجبة للخلود فلا امکان لانتهاء
مدة قرارهم فیها (حاشیه کبیر جلد پنجم ص۱۳۹)

کہ کافر کا عذاب دائمی ہے۔

وہ لوگ جہنم میں تمام زمانوں میں رہینگے بجز اس زمانہ
کے جسمیں اللہ تعالےٰ رکھنا چاہے اور چونکہ نہ مشیت
کا امکان ہے اور نہ اُس زمانہ کا بوجہ ان قطعی نصوص
کے جو خلود کے موجب ہیں اس لئے انکے جہنم میں رہنے
کی مدت کے انقطاع کا کوئی امکان ہی نہیں۔

علامہ محمود لکھتے ہیں۔

هو استثناء من الخلود فی عذاب النار
ومن الخلود فی نعیم الجنة وذالك ان اهل
النار لا یخلدون فی عذاب النار وحده بل
یعذبون بالزمهریر وبانواع من العذاب
سوی عذاب النار وبما هو اغلظ منها کلها کشاف جلد

وہ عذاب نار کے خلود سے استثنا ہے
یعنی اہل دوزخ عذاب دوزخ ہی میں رہیں گے
ہمیشہ بلکہ آگ کے سوا زمہریر کے عذاب
میں جو اس سے بھی زیادہ سخت ہے ڈالے
جائیں گے۔

تفسیر جلالین شریف ملاحظہ ہو۔

واما الذین شقوا فی علمه تعالیٰ ففی النار لهم فیها
زفیر صوت شدید وشهیق صوت ضعیف
خالدین فیها ما دامت السموٰت والارض ای
مدة دوامها فی الدنیا الا غیر ما شاء ربك
من الزیادة علی مدتهما مما لا منتهیٰ له والمعنی
خالدین فیها ابدا (۱۸۶)

واما الذین شقوا جو لوگ اللہ تعالےٰ کے علم میں
شقی ہیں ففی النار لهم فیها زفیر وہ آگ میں ہونگے
اور چیخ مارینگے وشهیق اور ہلکی آواز خالدین فیها
ما دامت السموٰت والارض یعنی دنیا میں انکے دوام کی
مدت الا سوائے ما شاء ربك اسکے جو تیرا رب چاہے یعنی اس
مدت کی زیادتی جس کی کوئی انتہا نہیں ہے اور معنی یہ ہیں

درالاسرار میں بھی "عذاب مشرک" کو دوام مانا گیا ہے کہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ مگر جب اللہ چاہے

لاماشاء ربك وارادہ وھو دوامھم سرمداً (۱۹۸) اور ارادہ کرے اور یہ ان کا دوام ہے جاودانی۔

علاوہ مفسرین محدثین کے خود یہ صاحب موئید ہیں کہ آیات مذکور متشابہات ہیں اور ان کی تصریح کا حق کسی کو نہیں ملاحظہ ہو۔

اس سے زیادہ اس باب میں کچھ اور کہنا حد سے زیادہ "آگے بڑھنا ہے۔ جس کی تصریح خود خدائے تعالیٰ نے نہیں فرمائی اس کی تصریح کا حق کسی کو کیا ہے اس لئے مشرک و کافر کے آخرانجام کے سوال کا جواب صرف مشیت الٰہی ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔

النار مثونکم خلدین فیھا الاماشاء دوزخ تمہارا ٹھکانہ ہے اس میں سدا رہوگے لیکن

اللہ ان ربك حکیم علیم (انعام ۱۵) جو چاہے اللہ بیشک تیرا پروردگار حکمت والا علم والا ہے

(سیرۃ النبی جلد چہارم ۲۲۱)

جب حق تصریح حاصل نہیں تو استدلال کیسا؟!

لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ باری تعالیٰ کے صاف وصریح ارشادات عذاب مشرکین کے متعلق کیا ہیں؟ آیا اس کو منقطع ومنتہی کہا گیا یا غیر منقطع وغیر منتہی؟ فانی تسلیم کیا گیا ہے یا دائمی؟۔

آیات قرآنی دیکھئے، "دو یا تین" نہیں بلکہ تیس اور دو بتیس آیتیں دلالت کرتی ہیں کہ عذاب کافر فانی ومنتہی نہیں خلودی اور ابدی ہے جیمیں وہ ہمیشہ ہمیشہ کھولتے، جلتے، بھلتے رہینگے فرمایا

ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدین اور جو اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کریگا یقیناً

فیھا ابداً (جن ۲) اُنکے لئے آتش دوزخ ہے جسمیں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہینگے۔

(۲) ان اللہ لعن الکافرین واعد لھم سعیرا خالدین بے شک اللہ تعالیٰ نے کفار پر لعنت کی اور انکے لئے وہ

خالدین فیہا ابداً (احزاب ۸)

آگ مہیا کی جس میں وہ ہمیشہ رہینگے۔

(۳) ان الذین کفروا وظلموا لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا یھدیھم طریقا الا طریق جہنم خالدین فیہا ابدا (النساء ۲۲۶)

بیشک جنھوں نے کفر کیا اور دوسروں کا نقصان کیا اللہ تعالےٰ اُن کو نہ بخشے گا اور نہ اُنکو بجز جہنم کی راہ کے کوئی راہ دکھائینگے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ان آیتوں میں دوام کی کس قدر تائید ہے "خالدین" کہا پھر "ابدا" فرمایا اور تیسری آیت میں تو پہلے ہی تخصیص کردی گئی کہ بجز راہ جہنم کے اور کوئی سبیل وٹھکانا نہیں۔

(۴) خالدین فیہا لا یخفف عنہم العذاب ولا ھم ینظرون (بقرہ ۱۹)

وہ ہمیشہ اسی (لعنت) میں رہیں گے اُنپر عذاب ہلکا نہ ہوگا اور نہ اُن کو مہلت دی جائے گی۔

(۵) ان المجرمین فی عذاب جہنم خالدون (الزخرف)

بیشک نافرمان لوگ عذاب دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

(۶) وکان ھٰؤلاء الھۃ ما وردوھا وکل فیہا خالدون (الانبیاء ۷)

اگر تمہارے معبود واقعی معبود ہوتے تو اس جہنم میں کیوں جاتے اور اب سب اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(۷، ۸) فادخلوا ابواب جہنم خالدین فیہا فبئس مثوی المتکبرین (المومن الزمر)

جہنم کے دروازوں میں داخل ہو اسمیں ہمیشہ رہا کروگے غرض متکبروں کا بُرا ٹھکانا ہے۔

(۹) یضعف لہ العذاب یوم القیامۃ و یخلد فیہ مھانا (الفرقان)

قیامت کے روز اس کا عذاب بڑھتا چلا جائیگا اور وہ اسمیں ہمیشہ ذلیل ہونگے۔

(۱۰) اولئک الذین کفروا بربھم واولئک الاغلال فی اعناقھم واولئک اصحٰب النار ھم فیہا خالدون (الرعد)

یہ لوگ وہ ہیں جنھوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا اور ایسے لوگوں کی گردنوں میں طوق ڈالے جائینگے اور ایسے لوگ دوزخی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(۱۱) ذالک جزاء اعداء اللہ النار لھم فیہا

یہی سزا ہے اللہ کے دشمنوں کی یعنی انکے لئے دوزخ

دار الخلد (حم السجدہ ۵)	ہمیشگی کا مقام ہو گا۔
(۱۲) واحاطت بہ خطیئتہ فاولٰئک اصحاب	اور اس کی خطا اس کو احاطہ کرلے سو ایسے لوگ دوزخی
النار ھم فیہا خالدون (بقرہ ۹)	ہوتے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔
(۱۳-۱۴) والذین کفروا وکذبوا بآیتنا اولٰئک	جو لوگ منکر ہیں اور تکذیب کرتے ہیں ہمارے احکام
اصحٰب النار ھم فیہا خالدون	کی یہ لوگ دوزخی ہوں گے اس میں ہمیشہ رہیں گے
(الطلاق ۱، بقرہ ۴)	
(۱۵) ومن عاد فاولٰئک اصحاب النار ھم فیہا	اور جو شخص پھر عود کرے یہ لوگ دوزخی ہوں گے
خالدون (بقرہ ۳۸)	اس میں سدا رہیں گے۔
(۱۶) ویتعد حدودہ یدخلہ ناراً خالداً فیہا (النساء ۲)	اور جو شخص اللہ کے ضابطوں سے نکل جائیگا اُسکو آگ میں داخل کرینگے وہ ہمیشہ رہیگا
(۱۷) اولٰئک حبطت اعمالھم وفی النار ھم خالدون	اُن لوگوں کے سب اعمال بیکار جائیں گے اور وہ
(توبہ ۳)	دوزخ میں سدا رہیں گے۔
(۱۸) وعد اللہ المنٰفقین والمنٰفقٰت والکفار	اللہ تعالےٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں
جھنم خالدین فیہا (توبہ ۹)	اور کافروں سے عہد کرلیا ہے دوزخ کی آگ جسمیں وہ سدا رہیں گے
(۱۹) الم یعلموا انہ من یحادد اللہ ورسولہ	کیا انکو خبر نہیں کہ جو اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت
فان لہ نار جھنم خالداً فیہا (توبہ ۸)	کریگا تو اُس کے لئے جہنم کی آگ ہے جسمیں ہمیشہ رہیگا
(۲۰) فاولٰئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ	دنیا اور آخرت میں ایسے لوگوں کے اعمال غارت ہوجاتے
واولٰئک اصحاب النار ھم فیہا خالدون (بقرہ ۲۷)	ہیں یہ لوگ دوزخی ہیں سدا اسمیں رہیں گے۔
(۲۱-۲۲) ان الذین کفروا لن تغنی عنھم اموالھم و	جو لوگ کافر رہے اور ان کے مال اور انکی اولاد
اولادھم من اللہ شیئاً واولٰئک اصحٰب النار	اللہ تعالےٰ کے مقابلہ میں کچھ کام نہ آویگی اور وہ

هم فيها خالدون (آل عمران)	لوگ دوزخی ہیں سدا اس میں رہیں گے
(۲۳) اولئك جزاء هم ان عليهم لعنة الله و	ایسے لوگوں کی یہ سزا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں او
الملئكة والناس اجمعين خالدين فيها لا يخفف	آدمیوں کی بھی سب کی لعنت ہو وہ ہمیشہ دوزخ میں
عنهم العذاب ولا هم ينصرون (آل عمران)	رہیں گے اُن پر عذاب ہلکا نہ ہوگا اور نہ اُنکو مہلت دیجائیگی
(۲۴) كانما اغشيت وجوههم قطعا من اليل مظلما	گویا انکے چہروں پر اندھیری رات کے پرت کے پرت
اولئك اصحاب النار هم فيها خالدون (یونس ۱۳)	لپیٹ دیئے گئے ہیں یہ لوگ دوزخی ہیں سدا اسمیں رہینگے۔
(۲۵) يخرجونهم من النور الى الظلمات اولئك	وہ انکو نور سے نکال کر ظلمتوں کی طرف لیجاتے ہیں ایسے
اصحاب النار هم فيها خالدون (بقرہ ۳۴)	لوگ دوزخی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔
(۲۶) ان الذين كفروا من اهل الكتب والمشركين	جو لوگ کافر ہیں مشرکین اور اہل کتاب میں سے وہ
فى نار جهنم خالدين فيها (البینۃ	سدا دوزخ میں رہینگے۔
(۲۷) فانه يحمل يوم القيامة وزرا	وہ قیامت کے روز بھاری بوجھ لادے ہوئے ہونگے
خالدين فيه (طہ ۵)	اور اس عذاب میں ہمیشہ رہیں۔

یہ آیتیں دوزخ کی "ابدی سکونت" کی مظہر ہیں۔ انکے علاوہ آیات بھی ہیں جن میں دوزخ کے عذاب والم اور سوزش وجلن کی دوامیت اور ہمیشگی کی بھی خبر دیگئی ہے فرمایا ہے

(۲۸) ولهم عذاب مقيم (مائدہ ۶)	اور ان کے لئے عذاب قائم ہے
(۲۹) وذوقوا عذاب الخلد بما كنتم تعملون (سجدہ ۲)	اور اپنے اعمال کی بدولت ابدی عذاب کا مزہ چکھو
(۳۰) ولعذاب الآخرة اشد وابقى (طہ ۷)	اور عذاب آخرت بہت سخت ہی جو کبھی موقوف نہ ہوگا

عذاب دوزخ کی سرمدیت اور اصحاب النار کی دوزخ میں سکونت ابدی کے بعد باری تعالیٰ نے یہ بھی تصریح فرمادی کہ ان حدود میں موت کا گذر نہ ہوگا۔

(۳۱) فان لہ جہنم لا یموت فیہا (طٰہٰ ۳) — سو اس کے لئے دوزخ ہے اس میں موت نہ آویگی

یہ سب کچھ سہی، عذاب بھی قائم، اور اہل عذاب بھی دائم مگر کیا جہنم سے نکلنے کی کوئی صورت ممکن ہو سکتی ہے؟ اس کی بھی تردید کر دی گئی فرمایا

(۳۲) یریدون ان یخرجوا من النار وما هم بخارجین منہا ولہم عذاب مقیم ؎ — اس بات کی خواہش کرینگے کہ دوزخ سے نکل جاویں اس سے کبھی نہ نکلیں گے اور انکو عذاب دائمی ہوگا

ہر صورت سے دوزخ کی خلودیت وجاویدگی ثابت کرنے کے بعد قرآن حکیم نے اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا کہ کیا مشرک کافر اور محذوب اور مخذول الشان جنت کی سرور شادمانی اور راحت ومسرت سے بھی محظوظ ہو سکتا ہے؟ کیا اس کو دار السلام وجنت النعیم اور جنت الماویٰ وفردوس کی دیدنی وہوا خوری کے واسطے چند ساعتیں میسر آسکتی ہیں ارشاد ہوتا ہے۔

انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماواہ النار (مائدہ ۱۰) — یہ کہ بیشک اللہ کا جو شریک بنائیگا اُس پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے

ان الذین کذبوا بایٰتنا واستکبروا عنہا لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ حتیٰ یلج الجمل فی سم الخیاط (الاعراف ۵) — جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرینگے ان کے واسطے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور یہ لوگ کبھی جنت میں داخل نہ ہونگے جبتک اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جاوے۔

؎ سید صاحب آیت مذکور کو دوزخ کی خلودیت سے قطع کرنا چاہتے ہیں۔ ارشاد ہے۔

یہ وہ آیت ہے جس سے بعضوں کو عذاب دوزخ کے دوام اور غیر منقطع بقا کا خیال پیدا ہوا ہے مگر.... غور کرو تو ان کے خیال کی غلطی فوراً معلوم ہو جائیگی .... (اس آیت کا منشا یہ ہے) کہ پورے روئے زمین کی دولت دیکر بھی آخرت میں نجات خریدی نہیں جا سکتی اور نہ وہاں نکل کر بھاگ سکتا ہے (سیرۃ النبی جلد چہارم صفحہ ۲۱۲ دیکھئے)

ان آیات محکمات کی موجودگی میں سید صاحب کا یہ خیال ہے

قرآن پاک میں کوئی صاف وصریح آیت موجود نہیں جس سے دوزخ کی بقائے دوام

عدم انتہا اور تسلسل وجود بتصریح استدلال کیا جا سکے (سیرۃ ۶۰۹)

اگر پیش کی جاتی ہیں تو ارشاد ہوتا ہے

خالدین فیہا ابدا (دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے) کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے حق میں

یہ آیتیں آئی ہیں وہ اس وقت تک دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے جب تک مشیت الہٰی دوزخ

کے خاتمہ دور نہیں آئے گا۔

اور استدلال میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ صحابی ابو سعید خدری صحابی یا کسی اور صحابی نے فرمایا کہ الا

ما شاء ربك کا استثنا پورے قرآن پر حاوی ہے یعنی جہاں جہاں قرآن میں خالدین فیہا

(سدا اس میں رہیں گے) ہے وہاں مشیت الہٰی کا استثنا قائم ہے (سیرۃ النبی جلد چہارم ص۶۱۲)

(۱) دلیل ثبوت کیسا؟ حدیث کا مفہوم ہی غلط سمجھا گیا ہے خالدین فیہا جنت کے خلود کے لئے بھی قرآن پاک

میں استعمال ہوا ہے جنت پر بھی استثنا قائم ہونا چاہیے جبکہ الا ما شاء ربك کا استثنا کل قرآن (خالدین فیہا)

پر حاوی ہے تو صرف دوزخ کو خلود میں شک کرنا کیا معنی؟ اگر جنت کی ابدیت پر استثنا قائم نہیں ہو سکتا تو

اور آگے منشار فرمائیے۔ آیت تو ختم ہونی چاہیے نا؟ عذاب مقیم کا کیا مطلب ہوا جبکہ "نعیم مقیم" کا یہ مفہوم لیا گیا؟

"اس میں جنت کی راحت اور لذت کی ابدیت اور دوام کی خبر دی گئی ہے" (سیرۃ النبی جلد چہارم ص۶۱۳)

یہی کہ عذاب بھی قائم ہے چنانچہ شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں

چاہیں گے کافر کہ باہر نکلیں آگ دوزخ کے سے اور حالانکہ نہیں ہیں وہ باہر نکلنے والے آگ سے اور

واسطے انکے ہے "عذاب ہمیشہ ہونیوالا" کہ ہرگز تمام نہ ہوگا۔ (تفسیر موضح القرآن جلد ۲ ص۱۲)

پھر دوزخ پر کیوں؟ اور کس اصول سے؟ اگر بلا اصول بھی صرف دوزخ پر الا ماشاء ربک کا استثناء تسلیم کرلیا جائے تو

(۲) اور روایتاً یہ حدیث ناقابل اعتبار ہے کن کن کتابوں سے لی گئی؟ عبدالرزاق طبرانی، بیہقی وغیرہ سے جن کو شاہ عبدالعزیز صاحب نے طبقہ سوم میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے انمیں احادیث ضعیف اور متہم بالوضع ہوتی ہیں۔

طبقۂ ثالثہ احادیثے کہ جماعتہ از علماء متقدمین بر زمان بخاری و مسلم یا معاصرین آنہا یا لاحقین آنہا در تصانیف خود روایت کردہ اند التزام صحت نہ نمودہ وکتب آنہا در شہرت وقبول درمرتبہ طبقہ اولی وثانیہ نہ رسید وہر چند مصنفین آن کتب بودند بہ تجر در علوم حدیث ووثوق وعدالت وضبط واحادیث صحیح وحسن وضعیف بلکہ متہم بالوضع" نیز دران کتب یافتہ می شود ورجال آں کتب بعضے موصوف بعدالت بعضے مستور وبعضے مجہول واکثر آں احادیث معمول بنزد فقہا نشدہ اند بلکہ اجماع برخلاف آنہا منعقد گشتہ ودریں کتب ہم تفاصیل وتفاوت است بعضہا اقوی من البعض اسامی آن کتب... مصنف عبدالرزاق.... کتب بیہقی... تصانیف طبرانی

شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی ان کتب کی یہی حیثیت قائم کی ہے۔

والطبقۃ الثالثۃ مسانید وجوامع ومصنفات صنفت قبل البخاری ومسلم وفی زمانہما وبعدہما جمعت بین الصحیح والحسن والضعیف والمعروف والغریب والشاذ والمنکر والخطا والصواب والثابت والمقلوب ولم تشتہر فی العلماء ذلک الاشتہار وان زال عنہا اسم النکارۃ المطلقۃ ولم یتداول ما	طبقہ سوم مسانید جوامع اور وہ تصنیفات ہیں جو بخاری اور مسلم کے زمانے سے پہلے" یا انکے زمانے میں یا انکے بعد لکھی گئیں صحیح، حسن ضعیف معروف غریب شاذ ومنکر غلط اور صحیح ثابت اور مقلوب پر مشتمل ہیں اور انکی شہرت علماء میں زیادہ نہ ہوسکی اگرچہ یہ مطلق مجہول بھی نہیں اور فقہا میں زیادہ متداول نہیں اور نہ انکی صحت وسقم پر محدثوں نے زیادہ بحث کی

تفردت به الفقهاء كثيرون اول ولم تفحص
عن صحتها وسقمها المحدثون كثير فحص وعنه
مالم يخدمه لغوى لشرح غريب ولا فقيه
بتطبيقه بمذاهب السلف ولا محدث ببيان
مشكله مورخ بذكر اسماء رجاله ولا اريد
المتاخرين المتعمقين وانما كلامى فى الائمة
المتقدمين عن اهل الحديث فهى باقية
على استتارها واختفائها وخمولها . كمصنف
عبد الرزاق . . . كتب بيهقى . . . طبرانى
وكان قصدهم جمع ما وجدوه لا تلخيصه
وتهذيبه وتقريبه من العمل (حجة الله البالغة)

بعض ان میں سے وہ ہیں کہ جن کی کسی لغوی نے غریب
الفاظ کی تشریح کی خدمت نہیں کی نہ کسی فقیہ نے
مذاہب سلف سے انکی مطابقت کی نہ کسی محدث نے
انکی مشکلات کی تشریح کی اور نہ کسی مورخ نے انکے
اسماء الرجال کو لکھا میں نے متاخرین و متعمقین کو مراد
نہیں لیا ہے بلکہ میری گفتگو متقدمین اہل حدیث کے
بارے میں ہے جن کی کتابیں ابتک خمول و خفا و گمنامی
میں ہیں مثلاً ... مصنف عبدالرزاق ... کتب بیہقی
اور طبرانی ان لوگوں کا مقصد یہ تھا کہ
جو کچھ پائیں اس کو جمع کریں۔ نہ کہ اس کی تلخیص
یا تہذیب عمل سے تقریب۔

نیز مولانا شبلی طبرانی بیہقی کی رطب و یابس ضعیف، موضوع، اجماع حدیث" کے شاکی ہیں
سیرۃ پر جو کتابیں لکھی گئیں وہ زیادہ تر اسی قسم کی کتابوں طبرانی، بیہقی، ..... وغیرہ سے
ماخوذ ہیں ان میں کثرت سے غلط اور کمزور روایتیں درج ہوگئیں ہیں۔

(الھلال مرتبہ مولانا ابو الکلام آزاد مورخہ ۵ فروری سنہ ۱۹۱۳ء)

شکایت بجا ہے حدیث مذکور بھی اس کی شاہد ہے۔

یہ حدیث فرمان نبی نہیں "جابر بن عبد اللہ یا ابی سعید خدریؓ یا کسی اور صحابی" کا قول ہے جس کو اصول
حدیث میں موقوف کہا جاتا ہے۔

مضطرب بھی ہوئی اس لئے کہ راوی اول مذبذب ہے صحیح نام تک نہیں معلوم

دوسرے راوی ابو نضرۃ ہیں ان کو امام بخاری غلطیوں کی وجہ سے قابل حجت نہیں سمجھتے[۵۱] اور ابن سعد کا قول ہے۔

كثير الحديث وليس كل احد يحتج به (تهذيب التهذيب جلد دهم ص۳۰۳)

وہ کثیر الحدیث ہیں مگر ہر شخص ان سے حجت نہیں پکڑتا۔

عقیلی اور ابن ھادی نے انکو ضعفاء میں شمار کیا ہے[۵۲] اور ابن حبان کہتے ہیں۔

كان ممن يخطئ (تهذيب التهذيب جلد دہم ۳۰۳)

وہ خطائیں کیا کرتے تھے۔

تیسرے راوی سلیمان طرخان معتمر کے والد ہیں۔ لسان المیزان میں انکی نسبت لکھا ہے۔

كان يدلس جلد ششم ص۵۰۸

یدلس تھے

ابن جوزی کے نزدیک راوی میں وہ عیب تدلیس، سخت قبیح وشنیع ہے۔ تلبیس ابلیس میں لکھتے ہیں۔

من تلبيس ابليس على علماء المحدثين رواية الحديث الموضوع من غير ان يبينوا انه موضوع وهذه خيانة منهم على الشرع ومقصودهم تنفيق احاديثهم وكثرة روايتهم وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم من روى عني حديثا يرى انه كذب فهو احد الكذابين ومن هذا الفن تدليسهم في الرواية فتارة يقول احدهم فلان عن فلان يوهم انه سمع منه ولم يسمع وهذا

منجملہ تلبیس ابلیس کے علماء محدثین پر یہ ہے کہ وہ موضوع حدیث بیان کرتے ہیں بدون اسکے کہ اسکو موضوع ظاہر کریں اور یہ انکی طرف سے شرع کا جرم ہے اور اس سے غرض یہ ہے کہ انکی حدیثیں مروج ہوں اور یہ مشہور ہو کہ یہ محدث کثیر الروایات ہے حالانکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ سے ایسی بات روایت کی کہ جس کو جھوٹ جانتا ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ہے اور اسی شمار میں انکی تدلیس بھی ہے۔ چنانچہ کبھی کبھی کوئی ان میں سے کہتا ہے کہ

---

۵۱ تهذیب التهذیب جلد دہم ص۳۱۳ ۵۲ تهذیب التهذیب جلد دہم ص۳۰۳

قبیحۃ لانہ یجعل المنقطع فی مرتبۃ المتصل۔ عن فلاں عن فلاں۔ اس سے یہ وہم دلاتا ہے کہ
تلبیس ابلیس ص ۱۰۶ مطبوعہ فاروقی دہلی اس نے اس راوی سے اس کو خود سنا ہے حالانکہ اس نے
نہیں سنا اور یہ امر بُرا ہے کیونکہ اس سے منقطع روایت متصل کے حکم میں ہو جاتی ہے۔"

چوتھے راوی معتمر بن سلیمان ہیں ابن خراش ان کے متعلق لکھتے ہیں۔

یخطی من حفظہ واذا حدث (تہذیب التہذیب جلد دہم ص ۲۲۸) اپنے حفظ سے روایت بیان کرنے میں غلطی کرتے تھے۔

یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں

واحد ثکم المعتمر بشیٔ فاعرضوہ فانہ سیّئ جب معتمر تم سے کوئی حدیث بیان کرے تو اُس کو ملالیا
الحفظ (تہذیب التہذیب جلد دھم ص ۲۲۸) کرو اس کا حافظہ خراب تھا

(۳) غرض معناً تو معناً حدیث مذکور روایتاً بھی لائق احتجاج نہیں اور درایتاً تو قطعاً نہیں قرآن حکیم کا
صاف وواضح قانون ہے کہ محکمات (خالدین فیہا ابدا) کی موجودگی میں متشابہات (الا ما شاء ربك)
کی کوئی حیثیت نہیں اور جو متشابہات میں الجھتے ہیں وہ دین میں نفاق کی بنیاد ڈالتے ہیں۔

ھو الذی انزل علیك الکتاب منہ اٰیات وہ باری تعالیٰ ایسا ہے جس نے تم پر کتاب
محکمات ھن ام الکتب واخر متشابھات فاما کو نازل کیا جس میں کا ایک حصہ ان آیتوں کا
الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ہے جو اشتباہ مراد محفوظ ہیں اور اس کتاب
ابتغاء الفتنہ وابتغاء تاویلہ وما یعلم کا ان ہی آیتوں پر دارو مدار ہے اور دوسری
تاویلہ الا اللہ (آل عمران) آیتیں ایسی ہیں جو مشتبہ المراد ہیں جن لوگوں
کے دل میں کجی ہے وہ اس میں شورش ڈھونڈھتے ہیں اور غلط مطلب تلاش کرنے کی غرض سے اس مشتبہ المراد
حصہ کے پیچھے ہولیتے ہیں حالانکہ ان کا صحیح مطلب بجز حق تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

(۴) اسی بنا پر تمام مفسرین ومحدثین نے خالدین فیہا ابدا سے جہنم کی سرمدیت کا مفہوم لیا ہے۔ الا ما شاءَ

دیلئ،، استثنا قائم کیا گیا اور نہ مشیت ایزدی کو تصریح الٰہی پر مقدم سمجھا گیا۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

ومن یعص اللہ تا ابدا۔ وہر کہ نافرمانبرداری کند خدارا و پیغمبر را پس ہر آئینہ او راست

آتش دوزخ جاویداں و آنجا ہمیشہ در غفلت خود باشد

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں؛

خالدین فیہا ابدا یعنی ہمیشہ باشند دراں دوزخ ابدالآباد و ہیچکس از مددگار ایشاں بفریاد ایشاں نرسند

از دوزخ برنیارد چنانچہ مومنان گنہگار را ایمان ایشان و شفاعت پیغمبر و شہید و اولیا از دوزخ برآوردنجات

دہد زیرا کہ عصیان ایشاں بترک و عبادت غیر اللہ آنجا امید و قابلِ شفاعت و عفو نماندند (تفسیر عزیزی تبارک الذی صفحہ)

شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کی تفسیر موضح القرآن میں ہے۔

ومن یعص اللہ تا ابداً اور جو کہ نہ مانے گا حکم خدائے تعالٰے کا اور اس کے پیچھے ہوئے گا اور

اُس کی نافرمانی کرے گا انکی پھر اس کے واسطے آگ دوزخ کی ہے جو ہمیشہ رہے گا اس آگ میں اور کبھی نہ

نکلے گا اس آگ سے۔ (منزل ہفتم صہ ۱۱۶)

شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی کا ترجمہ دیکھئے۔ صہ ۱۸۶

مگر راہ دوزخ کی ہمیشہ رہیں گے بیچ اس دوزخ) کے ہمیشہ

تفسیر طبری میں ہے۔

یقول تعالٰی ذکرہ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ فیما امرہ
ویکذب بہ وَرَسُوْلِهٖ محمد رسالۃ فان
لہ نار جھنم یصلاھا خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا یقول
ماکثین الٰی غیر غایۃ (جلد ۲۹ - صہ ۷۲)

اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ جو اللہ کے حکم کی نافرمانی کریگا
اور اس کو جھٹلائے گا اور اس کے پیغامات کا
انکار کرے گا اس کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ
جلے گا اس میں ہمیشہ رہے گا۔ یعنی لا انتہا تک۔

کاش قرآن کو قرآن ہی سے سمجھنے کی سعی کی جائے اور اس کے ارشادات صریح احادیث کے محتاج، اور خصوصاً روایات موضوعات کے ماتحت متصور نہ ہوں۔

اسی نوعیت کی اور احادیث بھی جہنم کے انتہا و اختتام کے اثبات میں نقل کی گئی ہیں

(۱) جو بلحاظ روایت قابلِ تنقید ہیں۔

پہلی حدیث ہے۔

حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جہنم پر ایک دن ایسا آئے گا جب وہ خزاں رسیدہ پتّے کے مانند ہو جائے گا۔ اور اس کے دروازے کُھل جائیں گے۔ (سیرۃ النبی جلد چہارم ۶۱۲)

اس حدیث کے پانچویں راوی جعفر بن الزبیر ہیں۔ تہذیب الکمال (۵۳) میں ان کے متعلق ہے

قال شعبۃ وضع اربعمائۃ حدیث — شعبہ نے کہا ہے (جعفر) نے چار سو حدیثیں گھڑی ہیں۔

تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ یہ متروک الحدیث ہیں۔ اور امام بخاری کا قول ہے۔

تزکوہ (خلاصہ تہذیب الکمال ۵۳) — اس سے لوگوں نے روایت ترک کر دی۔

دوسرے راوی عبد الرحمن بن سلم ہیں ان کی نسبت ہے۔

مجہول من السادسۃ و تقریب التہذیب ۲۱۳)

ابن یزید سے مروی ہے۔

الاسناد مضطرب (خلاصہ تہذیب الکمال ۱۹۳) — ان کی اسناد میں اضطراب ہے۔

تہذیب التہذیب میں ہے۔

فی اسناد حدیثہ اختلافاً کثیراً (جلد ششم) — ان کی حدیث کے اسناد میں اختلاف کثیر ہے

دوسری حدیث ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔ کہ میں جو کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جہنم پر ایک دن ایسا آئے گا جب اس میں کوئی نہ ہوگا۔ (سیرۃ۔ ۴ ص ٦١٢)

حدیث مذکور موقوف ہے۔ ارشاد نبی نہیں قول صحابی ہے۔

شعبہ بن دینار الہاشمی اس کے تیسرے راوی ہیں ابوذرعہ اور ساجی کا قول ہے کہ وہ ضعیف ہیں اور تقریب التہذیب میں ہے۔

سی الحفظ (تقریب التہذیب ص ١٦٩) حافظہ خراب ہے۔

ابن سعد نے کہا ہے۔

لہ احادیث کثیرۃ ولا یحتج بہ (تہذیب التہذیب جلد چہارم ص ٣٤٧) ان کی بہت سی حدیثیں ہیں جو قابل حجت نہیں۔

تہذیب التہذیب ہے۔

قال البخاری یتکلم فیہ وقال مالک یحتمل فیہ (جلد چہارم ص ٣٤٧) امام بخاری کہتے ہیں کہ اس کے متعلق کلام ہے اور امام مالک کا قول ہے کہ اس میں شبہ کیا جاتا ہے۔

یحییٰ بن ایوب چوتھے راوی ہیں ان کی نسبت ہے۔

قال العاقلی وقال البرقی ضعیف (تہذ التہذیب جلد ١١ ص ١٨٦) عاقلی اور برقی نے کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے۔

شہاب الدین علائی نے کہا ہے۔

وجریر اخوہ اضعف منہ (تہذیب التہذیب جلد ١١ ص ١٨٦) اور اس کا بھائی جریر اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے

تیسری حدیث ہے کہ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ دوزخ پر ایک زمانہ آئے گا جب اس کے دروازے کھڑکھڑائیں گے۔ (سیرۃ النبی جلد چہارم ص ٦١٢)

یہ حدیث موقوف ہے اور معلق بھی، بجز صحابی عبد اللہ بن مسعود کے اور کوئی راوی مذکور نہیں،

چوتھی حدیث ہے۔

تفسیر عبد بن حمید میں حضرت عمر سے روایت کی گئی ہے۔ کہ اُنہوں نے فرمایا کہ اگر اہل دوزخ ریگستان عالج کے ذرات کے بقدر شمار بھی دوزخ میں رہیں پھر بھی ایک دن ایسا آئے گا جب وہ اس سے نکلیں گے (سیرۃ النبی جلد چہارم ۶۱۲)

یہ بھی موقوف ہے۔ حماد بن سلمہ چوتھے راوی ہیں۔ وہ ثقہ ضرور تھے۔ مگر تہذیب التہذیب[۱۱] میں ہے ان کا حافظہ آخر عمر میں تغیر ہو گیا تھا۔

پانچویں حدیث ہے۔

> عبد اللہ بن عمر بن العاص سے روایت ہے کہ جہنم پر ایک دن ایسا آئے گا کہ اس کے دروازے بھڑ بھڑائیں گے اور اس میں کوئی نہ ہوگا اور یہ اس وقت ہوگا جب لوگ اس میں صدہا ہزار سال (احقاف) کی مدت پوری کریں گے (سیرۃ النبی جلد چہارم ۶۱۲)

اس کے راوی سوم حدیث دوم کے راوی سُبد بن دین الہاشمی ہی ہیں۔ اور چھٹے راوی حرب بن سریح ہیں ان کے بارے میں بخاری کی رائے ہے فیہ نظر۔ تقریب التہذیب (ص ۸۳) میں ہے کہ وہ غلطی کرتے تھے۔

اور ابن حبان کا قول

یخطی کثیرا حتے خرج عن الا حتجاج بہ	کہ بہت غلطیاں کرتے ہیں یہاں تک کہ جب تنہا
اذا انفرد (تہذیب التہذیب دوم ۲۲۳)	ہوں تو حجت لینے کے قابل نہیں ہیں۔

(۲) متصل و صحیح اور معتمد و مستند ہوتا تو کیا احادیث مذکور کتب مشہور و مطبوعہ میں بھی منقول نہیں بقول سید صاحب۔

ابن القیم نے شفاء العلیل میں ان روایات کو غیر مطبوعہ کتب تفسیر و حدیث سے نقل کیا ہے۔ (سیرۃ النبی جلد چہارم حاشیہ ۶۱۲)

(۳) تب درایتاً بھی ناقابل تسلیم ہیں صحاح ستہ اور خصوصاً بخاری و مسلم کی متفق علیہ احادیث اگر روایات و کتب گمنام کے مقابلہ میں کچھ وقیع ہیں؟ تو مشکوٰۃ شریف دیکھئے۔

(۱) ثم اعود الثالثة فاستأذن على ربي في داره فيؤذن لي عليه فاذا رأيته وقعت ساجدا فيدعني ما شاء الله ان يدعني ثم يقول ارفع محمد وقل تسمع واشفع تشفع وسل تعطه قال فارفع رأسي فاثني على ربي بثناء وتحميد يعلمنيه ثم اشفع فيحد لي حدا فاخرج فاخرجهم من النار وادخلهم الجنة حتى يبقى في النار الا من قد حبسه القرآن اي وجب عليه الخلود ..... متفق علیہ

مشکوٰۃ شریف باب الحوض والشفاعۃ ص ۴۸۸

پھر تیسری بار پلٹ آؤں گا اور اپنے رب کے سامنے جانے کی اجازت طلب کروں گا مجھے اجازت دیجائیگی جب میں اسکو دیکھوں گا تو سجدے میں گر جاؤنگا وہ مجھے جبتک چاہیگا اس میں رہنے دیگا پھر کہیگا کہ اے محمد سر اٹھا اور کہ تیری بات سنی جائیگی اور سفارش کر تیری سفارش مانی جائیگی اور مانگ تجھکو دیا جائے گا تو میں اپنا سر اٹھاؤنگا اٹھاونگا اور اپنے رب کی حمد و ثنا کرونگا وہ مجھکو سکھلائے گا پھر شفارش کرونگا تو میرے لئے ایک مقرر کردیجائیگی اسکو میں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کرونگا یہاں تک کہ دوزخ میں کوئی باقی نہ رہے گا بجز ان کے جن کو قرآن نے روک رکھا ہے یعنی جن پر خلود واجب ہو گیا ہو۔

(۲) ثم ارجع فاقول يا رب ما بقي في النار الا من حبسه القرآن ووجب عليه الخلود

(بخاری جلد دویم کتاب الرد على الجهمية ص ۱۱۰۲)

پھر میں پلٹ کر آؤں گا اے رب جہنم میں اب کوئی باقی نہ رہا بجز ان کے جن کو قرآن نے روک رکھا ہے اور جن پر خلود واجب کر دیا گیا ہے۔

ان احادیث سے "خالدین فیہا ابداً" پر "الا ما شاء ربک" کا استثنا والی روایت کی صحت کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے۔

(۳) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤتی بالموت یوم القیامة فیوقف علی الصراط فیقال یا اهل الجنة فیطلعون خائفین وجلین ان یخرجوا من مکانهم الذی هم فیه فیقال هل تعرفون هذا قالوا نعم هذا الموت قال فیؤمر به فیذبح علی الصراط ثم یقال للفریقین کلاهما خلود فیما تجدون لا موت فیها ابدا۔

(ابن ماجہ باب صفة النار ۳۳۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت قیامت کے دن لائی جائے گی اور صراط پر روکی جائے گی پھر جنتی پکارے جائیں گے وہ ڈرتے ہوئے خوف زدہ دیکھنے لگیں گے کہ اپنے گھروں سے نہ نکالے جائیں جن میں وہ ہیں پھر وہ جہنمی پکارے جائیں گے وہ خوش اور مسرور ہو کر دیکھنے لگیں گے کہ شاید اپنے گھروں سے نکالے جائیں جن میں وہ ہیں اس وقت کہا جائیگا کیا تم لوگ اسکو پہچانتے ہو وہ کہیں گے کہ ہاں یہ موت ہے پھر حکم دیا جائیگا کہ وہ صراط پر ذبح کردی جائیگی اور دونوں فریقوں سے کہا جائیگا کہ تم جہاں ہو وہاں تمہارے لئے خلود ہے اور کبھی موت نہیں آئیگی

(۴) قال یدخل اللہ اهل الجنة الجنة یدخل اهل النار النار ثم یقوم مؤذن بینهم فیقول یا اهل الجنة لا موت ویا اهل النار لا موت کل خالد فیما هو فیه۔

(شرح صحیح مسلم باب صفة النار جلد ثانی ۳۸۲)

کہا کہ اللہ اہل جنت کو جنت میں داخل کریگا اور اہل نار کو جہنم میں، پھر ان کے درمیان ایک پکارنے والا کھڑا ہوگا۔ وہ کہے گا کہ اے اہل جنت کوئی موت نہیں اور اے اہل نار کوئی موت نہیں ہر ایک جہاں ہے وہاں ہمیشہ رہیگا

(۵) قال الصعود جبل من نار یتصعد فیه

کہا کہ صعود دوزخ میں ایک پہاڑ ہے

مبعین خریفاً و ہوی بہ کذلک فیہ ابداً — جس پر ستر سال تک چڑھے گا اور اسی

(مشکوٰۃ شریف باب صفۃ النار واھلہا ۵۰۲) — طرح اس پر سے گرے گا ہمیشہ۔

(۴) یقال یا اھل الجنۃ خلود فلا موت ویا اھل النار — کہے گا کہ اے اہل جنت اب خلود ہے

خلود فلا موت..... — کوئی موت نہیں اور اے اہل نار خلود ہے

(صحیح مسلم شریف باب جہنم جلد ثانی ۳۸۲) — کوئی موت نہیں۔

سید صاحب ہی سیرۃ النبی میں بخاری شریف کی ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اہل دوزخ جو دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں نہ مریں گے نہ جیئنگے" لیکن وہ لوگ جن کو دوزخ کی آگ بعض گناہوں کی وجہ سے چھوئیگی تو وہ اس میں کچھ دیر کے لئے مرجائیں گے یہاں تک کہ وہ جل جائیں گے پھر ان کے حق میں شفاعت کی اجازت ہوگی تو تھوڑے تھوڑے کرکے آئیں گے اور جنت کی نہروں میں پھیل جائیں گے اور اہل جنت سے کہا جائے گا۔ کہ ان پر پانی بہاؤ تو وہ اس طرح اُگیں گے جیسے سیلاب کے بہاؤ میں جنگلی دانے (کتاب الایمان) (سیرۃ جلد چہارم ۶۰۵)

ان احادیث صحیحہ سے صاف ہویدا ہے کہ بقائے جہنم دوامی و ابدی، اس کا عذاب جاوید و خالد ہے اس کی تکلیف غیر منقطع و غیر مختتم اور اس کے مکین حیات سرمدی کے مالک ہیں۔ چنانچہ اسی وجہ بقول امام رازی:۔

واما الجمہور الاعظم من الامۃ — امت کے جمہور عام نے اس بات پر اتفاق کیا ہے

فقد اتفقوا علیٰ ان عذاب الکفار (تفسیر کبیر) — کہ کافر کا عذاب دائمی ہے۔

تصوف فلسفہ اور نقلیات کے ماہرین امام غزالی علیہ الرحمۃ اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی

(فوز الکبیر ۶۰) کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ جو شخص تکذیب رسول پر آمادہ ہو اور دل سے خدا کی وحدانیت کا اقرار نکرے وہ مخلد فی النار ہے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

ان یقول بلسانہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ولکن لم یصدقہ بقلبہ فلا شك فی ان ھذا فی حکم الآخرۃ من الکفار وانہ مخلد فی النار (احیاء العلوم جلد اول ۱۰۷)

زبان سے "لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ" کہے مگر دل میں اس کی تصدیق نہ کرے تو اس میں شک نہیں کہ ایسا شخص آخرت کے حکم میں کافروں میں سے ہو گا اور ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

شاہ عبد القادر جیلانی غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں۔

ان الجنۃ والنار مخلوقتان وھما الداران اعدھما اللہ تعالیٰ احدھما للنعیم والثواب لاھل الطاعۃ والایمان والاخری للعقاب والنکال لاھل المعاصی والطغیان ھما منذ خلقھما اللہ تعالیٰ باقیتان لا یفنیان ابدا (۱۸۰)

جنت اور دوزخ پیدا کی جا چکی ہیں اور وہ دو گھر ہیں جن کو اللہ نے بنا کر رکھا ہے ایک نعمت اور ثواب کے لئے اہل طاعت و ایمان کے واسطے، اور دوسرا عذاب و سزا کے لئے اہل معاصی اور نافرمانوں کے واسطے جب سے اللہ ان دونوں گھروں کو بنایا ہے وہ باقی ہیں اور کبھی فنا نہ ہوں گے،

شرح عقائد نسفی میں ہے۔

وھما باقیتان ولا یفنیٰ اھلھما ای دائمتان لا یطرء علیھما عدم مستمر بقولہ تعالیٰ فی حق الفریقین خالدین فیھا ابدا (۷۸)

(جنت اور دوزخ) باقی رہنے والے ہیں اور ان کے اندر جانیوالے فنا نہوں گے یعنی ہمیشہ رہیں گے ان کے اوپر عدم کبھی طاری نہو گا کیونکہ اللہ نے فریقین کے بابت فرمایا ہے۔

امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔

الجنۃ والنار لم یکونا فکانتا	جنت اور دوزخ عدم سے اللہ کے بنانے
بتکوین اللہ ایاھما و تدومان	سے وجود میں آئے ہیں اور وہ دونوں دائمی
بدوام اللہ ایاھما ۔ شرح	ہیں بوجہ اس کے کہ اللہ نے ان کو دوام بخشا ہے
الفقہ الاکبر مواف ابی منصور محمد بن محمد ص۳۱	٭

اگر آیات محکمات و احادیث صیحہ اور علماء جمہور لایق اعتبار نہیں تو کیا تخیل اختتام جہنم کی رسائی اور مقبولیت در بار تعقل و تفہم میں ممکن ہے ۔ کیا یہ تعلیم احکام الٰہی سے سرکشی اور پُرامن دنیا میں خونریزی و خانہ جنگی کی بانی نہیں ؟ یہ رحم ، یہ کرم ، یہ الطاف یہ احسان ، یہ مشرک کی ابدالاباد تک بہشت میں سرور و شادمانی اور ایمانداروں کے سے شاہانہ ٹھاٹ ، بغاوت اور ظلمات ، استہلاک اور جہالت تعیش اور جمود کے مترادف نہیں تو کیا ہے ۔

شرک اور اسکی سزا کا تقرر ، مشرک اور اس کا بہشت میں دوزخ سے انتقال ۔ وحدانیت سے متسخر و مخول ہے ۔ خدائے واحد سے مذاق ہے ۔ استہزار ہے نہیں لاشریک کو شریک بنانے کی کوشش ہے ۔ امی عربی خاتم النبیین حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے پیغام کی توہین ہے ۔ سزا ! انسانیت سے بے بہرہ ، خودداری و ناموس کے دشمن مشرک کی سزا اگر ہوسکتی ہے تو صرف یہی کہ وہ ہمیشہ معذب رہے اور بس ۔

ناشر

حافظ منظر الدین صدیقی بی، اے

ناظم جماعت خدام القرآن

چوڑیوالان دہلی

خواجہ برقی پریس دہلی